رجسٹرڈ ایل نمبر

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا اکیلا اخبار

یہدی اللہ لنورہ من یشاء

نور

قادیان ضلع گورداسپور

ایڈیٹر ایس محمد یوسف

جلد ۱۱

مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۲۶ء

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے (۳) ۱

" شتہاری ایکروپیہ بارہ آنہ (عہ)

" سالانہ مخیر دوستوں سے دس روپے (عہ)

" معاونین سے پانچ روپیہ (عہ)

" بیرون ہند ۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیوں اور برکات کو ...

مذاہب پر اس کی ...

۲۔ سکھوں اور آر...

اہم فرائض کو ادا کر...

۳۔ دیگر مذاہب کے ...

۴۔ راعی اور رعایا ... کرنا

KHILAFAT LIBRARY

ہندو تمدن وتہذیب پر اسلام کا اثر

لیکچر جو بعنوان "ہندو تمدن وتہذیب پر اسلام کا اثر" سالانہ جلسہ پر ہوا تھا۔ اگر ... اخبار ... دوستوں نے ... ہمیں تو سینکڑوں نے ضرور ہی دریافت کیا ہوگا۔ کہ آپ یہ لیکچر کب شایع کریں گے۔ جناب مولوی عبد العزیز صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ سہارنپور لکھتے ہیں کہ:۔

آپ کی تصنیفات خدا کے فضل سے ہر ایک مذہب کا ذی فہم پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جلسہ سالانہ پر جو آپکا لیکچر ہوا وہ نور میں چھپ گیا ہے۔ میں لوگوں کو دکھا رہا ہوں ہمارے ایک دوست ڈاکٹر برکت علی صاحب اسسٹنٹ سرجن دیکھ کر اس قدر محظوظ ہوئے کہ پچاس جلد کی خریداری منظور فرماتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ غیر مسلم اہل ذوق لوگوں میں ان کی طرف سے مفت تقسیم کی جاویں۔ آپ اہل حدیث سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور آپ کے مضامین کو ہمیشہ بہت دلچسپی سے دیکھتے رہتے ہیں"

معزز ہمعصر الفضل اپنے یکم فروری کے اشو میں لکھتا ہے کہ

"موجودہ زمانہ میں مباحثات کا رنگ بدل گیا ہے۔ اب فروعی مسائل پر توجہ میں پسند نہیں کی جاتی۔ بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ تمدن وتہذیب واخلاق اقوام پر کس مذہب نے کیا اثر ڈالا ہے۔ پس اس موضوع پر مضمون لکھنا اسلام کی اشاعت کے لئے نہایت مفید ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ شیخ صاحب اپنی تصنیف جلد شایع کریں گے"

اخبار وکیل امرتسر جیسے موقر پرچہ نے اپنے ۵ فروری کے اشو میں اس مضمون کو اپنے لیڈنگ میں جگہ دی۔ اس کر ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ یہ لیکچر پبلک میں کس پسند کی نظر سے دیکھا گیا۔ مگر میں سالہا سال ... نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ لوگوں کی پسندیدگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک لفظی پسندیدگی دوم عملی پسندیدگی اگرچہ لفظی پسندیدگی عملی پسندیدگی کا پیش خیمہ بھی جا سکتی ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ بسا اوقات لفظی پسندیدگی عملی پسندیدگی کا جامہ پہننے سے رہ جاتی ہے۔ لہذا میں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس لیکچر کے چھپوانے سے قبل اس کی عملی پسندیدگی کا جائزہ لوں۔۔۔۔ چنانچہ ۱۷ جنوری کو ۳۶۱ جوابی کارڈ دفتر نور سے روانہ کیے گئے۔ اگرچہ اس پر بیرے معہ اور محرری اجرت شامل کر کے قریباً بیس روپیہ خرچ ہوئے۔ مگر اس بیس روپے کی رقم کی اس سینکڑوں روپوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ جو کتابی صورت میں صرف الماریوں کی زینت بنی رہے۔ ان کارڈوں کے ساتھ ہی دوستوں کو لکھ دیا گیا تھا کہ:۔

"آپکا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اس جوابی کارڈ کو صرف مذکورۃ الصدر غرض کے لیئے ہی استعمال میں لائیں کسی دوسری غرض کے لئے اسکا استعمال قطعی اخلاقی گناہ ہے۔ آپکا جواب ہاں یا نہ کے رنگ میں جو کچھ بھی آپ مناسب سمجھیں مجھے فروری کے اول ہفتہ تک ضرور پہنچ جانا چاہئیے"

تین سو ساٹھ کارڈ ابھی تک دوستوں کی زیر حراست ہیں

۳۶۱ میں سے اس وقت تک صرف ۵ دوستوں کا جواب آیا ہے کہ ہاں میں اور ۱۲ کا نا میں ابھی ۳۶۰ کارڈ دوستوں کی زیر حراست ہیں۔ لہذا ان دوستوں کا فرض ہے کہ جو کچھ بھی مناسب ... جوابی کارڈ پر انہوں نے صرف دو حرف ہی لکھکر ڈاک کی نذر نہیں پوسٹ کر دینا ہے اور بس۔ پھر یہ تاخیر کیوں؟ یہ لیکچر اسی قدر تعداد میں چھپوایا جائیگا جس قدر درخواستیں دفتر میں پہنچ جائیں گی۔ بشرطیکہ رسالہ کی خریداری کی تعداد ایک ہزار تک ہو۔ اس لیئے ان ۳۶۰ دوستوں کا فرض ہے کہ وہ مزید انتظاری سے مجھے سبکدوش کرنے کے لیئے جلد سے جلد اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیں۔ اور جس صورت میں ان ۳۶۰ کارڈوں کا دوسری غرض کے لیئے استعمال اخلاقی گناہ ہے۔ تو اس صورت میں دوستوں پر واجب ہے کہ وہ بہت جلد اس کے جائز استعمال سے سبکدوش ہو جائیں یہ تو ہر ایک خیر خواہ ملت بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ اسلام اغیار کا تختہ مشق بنا ہوا ہے ایسے مفید مضامین اور رسالوں کا شایع ہونا کس قدر ضروری ہے۔

یہ خبر خاص خوشی سے سنی جائیگی کہ لمبی بیماری سے صحت کے بعد جناب منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل نے پھر اسی حسن وخوبی کے ساتھ الفضل کی ایڈیٹری شروع کر دی ہے۔ اس لمبی بیماری کی کوفت کی وجہ سے ابھی تک منشی صاحب کو کمزوری کی شکایت ہے دوست دردِ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد یہ شکایت بھی دور کرے۔

مذہب اسلام اور اسکی رواداری

KHILAFAT LIBRARY

نمبر ۲

میں نور کے گذشتہ اشو میں اس امر کو ایک اور ایک دو کی طرح ثابت کر آیا ہوں۔ کہ اسلام کی تعلیم کی رو سے کسی کو اس لئے قتل کرنا کہ وہ مسلمان کیوں نہیں ہوتا سخت گناہ ہے ہندوستان پر کافی عرصہ مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ اگر اسلام کی یہ تعلیم ہوتی۔ تو اس وقت ایک ہندو بھی ہندوستان میں نظر نہ آتا۔ مگر ایسا نہیں۔ جب بحیثیت فاتح مسلمان ہندوستان میں وارد ہوے۔ تو انہوں نے ایسی بے نظیر رواداری کا ثبوت دیا۔ جو آج تک تاریخ اس بہترین رواداری کا ثبوت پیش کرنے سے عاجز رہی ہے۔ مسلمانوں نے تو اپنی سلطنت میں ہندوؤں کو ساجھی بنا لیا تھا۔ وزیر مال قریباً ہمیشہ ہندو ہی رہا۔ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ جن کے اسم مبارک سے ہندوؤں کو پرخاش ہے کو بدنام کرنے کے لئے ہمارے وطنی دوستوں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اور وہ کونسا خطرناک سے خطرناک الزام ہے جو اس بہترین فرمانروا پر ہندوؤں کی طرف سے نہیں لگایا گیا مگر غور کرو کہ اس کے عہد میں اس کی طرف سے افغانستان کا گورنر ایک راجپوت ہندو کو بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ کیا دنیا کی تاریخ اس سے عمدہ اور بہترین رواداری کی مثال پیش کر سکتی ہے جاؤ دنیا کی تاریخیں ٹٹولو ان کی اوراق گردانی کرو تم ایسی مثال تلاش کرنے سے عاجز رہو گے۔ کیا وہ لوگ جن کے مذہب میں قتل کفار کی تعلیم ہو۔ وہ اپنی سلطنت میں کافروں کا صفایا کریں گے۔ یا انہیں وزیر مال بنائیں گے۔ اور اپنے صوبوں کا گورنر بنا کر بھیجیں گے ہذا شیاً عجیب اور تو اور اسلامی سلطنت میں کمانڈر انچیف تک کی ذمہ واری کے عہدہ پر ہندوؤں کو فائز کیا گیا۔ اس کے برابر کیا اس سے ادنیٰ قسم کی رواداری ہی کوئی مذہب ثابت کر کے تو دکھلائے۔ مگر برخلاف اس کے جب آریہ دوست تبت سے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تو انہوں نے جو کچھ ہندوستان کے اصلی باشندوں سے سلوک کیا۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ اکثر بیچاروں نے تو بھاگ کر دور دراز جنگلوں میں اور پہاڑوں میں پناہ لی

انہیں اچھوت کے نام سے پکارا گیا یعنی ان کا سایہ بھی ہمارے ہندو بھائیوں کو بھرشٹ کرنے کے لئے کافی تھا۔ دوسرے الفاظ میں انہیں حیوانوں سے بھی بدتر سمجھا گیا۔ آج تک بدقسمت کی ماری اقوام بھیل، گونڈ، وغیرہ کے ناموں سے پکاری جاتی ہیں: اور جو اصلی باشندوں میں سے قسمت کے مارے ان لوگوں میں ہی رہ پڑے۔ ان کے ہاتھوں میں پاخانہ کا ٹوکرا اور جھاڑو دیا گیا۔ تمام روئے زمین میں اگر بھنگی اور چوہڑوں کا وجود ملے گا۔ تو یہ ہندوستان کو ہی اور پھر ہندوؤں کی تہذیب کو ہی یہ فخر ہے۔ کہ ان کی قدیمی تہذیب نے ایک ایسی قوم یا اقوام پیدا کیں۔ جو باوجود انسان ہونے کے انسانیت سے محروم کئے گئے۔ اور انہیں اپنا مل اور موتر اٹھانے کے لئے مجبور کیا گیا۔ اور پھر شاستروں میں برہمنوں اور شودروں کے حقوق پر جو بحث کی گئی ہے اور برہمنوں کو جو غیر معمولی فوقیت دی گئی ہے۔ وہ دائمی دنیا تک آریہ تہذیب کو چار چاند لگاتی رہے گی۔

منو۔ الف۔ ش ۱۰۰ و ۱۰۱

ترجمہ دنیا میں جس قدر دولت ہے تمام برہمنوں کے لئے ہے۔ بوجہ برہما کے منہ سے پیدا ہونے کے بدوں کسی قسم کی حیل وحجت کے ان (برہمنوں) کو دنیا کی ہر ایک چیز پر پورا پورا تصرف ہے۔ اگر برہمن کسی غیر کا کھانا کھاوے۔ یا کپڑا پہنے۔ یا غیر کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو خود لے یا کسی دوسرے شخص کے حوالہ کر دے۔ تو یہ مت خیال کرو کہ برہمن کسی غیر کی جائداد کو استعمال میں لا رہا ہے۔ نہیں بلکہ جو کچھ دنیا میں ہے۔ وہ سب کا سب برہمنوں کے لئے ہے۔

منو۔ الف۔ ۶۔ ش ۳۷

اگر راجہ کو زمین سے دبا ہوا خزانہ مل جاوے تو اس میں سے آدھا آپ رکھے اور آدھا برہمنوں کو دے دیوے۔

منو۔ الف۔ ۹۔ ش۔ ۳۱۷

برہمن خواہ جاہل ہو یا عالم۔ مگر برہمن بڑا دیوتا ہے جس طرح منتروں سے سنسکار کیا ہو یا نہ ہو مگر بہر حال اگنی دیوتا ہے۔

منو۔ الف۔ ۱۱۔ ش ۲۱

اگر برہمن چوری کرے تو راجہ اسے سزا نہ دوے۔ کیونکہ در اصل راجہ کی ہی کوتاہی ہے۔ برہمن بھوکا ہو کر چوری کرتا ہے۔

پراسر سنتھا الف ۶۔

برہمن بد چلن بھی پرستش کے قابل ہے۔ شودر باوجود عالم اور فاضل فرشتہ خصلت ہونے کے بھی احترام کے قابل نہیں۔ کون خونخوار بانجھ گائے کو چھوڑ کر مسکین گدھی کو پسند کرتا ہے۔

برہت پراسر سنتھا۔ ادھیائے ۳

برہمن کھیتی کے لئے جتنی زمین پر چاہے قبضہ کر لے اور معاملہ محصول وغیرہ کچھ نہ دیوے۔ کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ تمام چیزوں کا مالک برہمن ہے۔ اب برہمن کے مقابلہ میں ذرا شودروں کی حالت ملاحظہ ہو۔

منو الف۔ ۴۔ ش ۶۱

شودر کی بادشاہت میں نہیں رہنا چاہیئے"! اس سے ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک راجہ کو ہندو مت میں چھتری نہیں کہا گیا۔ صرف جو جنم سے چھتری ہو وہی چھتری ہے۔ شکر ہے کہ ہندو منوجی کے اس حکم پر عمل نہیں کرتے اگر اس حکم کی تعمیل کرتے۔ تو بعض ملک برباد ہو جاتے۔ اور بعض اس کثرت سے آباد ہو جاتے کہ تل دھرنے کی جگہ نہ رہتی

منو الف۔ ۴ ش ۱۰

شودر کو علم مت پڑھاؤ۔ ہوم کا فضلہ شودر کو مت دو اور شودر کو دھرم کی تعلیم مت دو۔

منو الف ۸ ش ۲۱۰

پاؤں سے پیدا ہوا شودر اگر برہمن، چھتری، ویش کے ساتھ سخت کلامی کرے۔ تو بادشاہ اس کی زبان کٹوا دے۔

منو الف۔ ۸ ش ۲۷۱ و ۲۷۲

اگر شودر اعلیٰ طبقہ کے آدمیوں کے نام لے کر سختی سے بلاوے تو دس انگل لانبا لوہے کا کیل۔ سرخ انگار کی طرح گرم کر کے اس (شودر) کے منہ میں ٹھونس دے۔ اگر شودر گھمنڈ میں آ کر برہمن کو دھرم اپدیش کرے تو بادشاہ اس کے منہ اور کانوں میں گرم تیل ڈالے۔

منو الف ۸ ش ۲۷۹

شودر اپنے جس جس عضو کے ساتھ اعلیٰ ذاتوں کے آدمیوں

الف سے مراد ادھیائے۔ اور ش سے مراد شلوک ہے۔ ۱۲

کو دیکھے اور اشارہ کرے۔ راجہ کو اس کا وہی وہی عضو کٹوا دینا چاہیئے۔

KHILAFAT LIBRARY

منو الف ۱۰ اشلوک ۱۲۹

باوجود قابل اور لایق ہونے کے بھی شودر دولت جمع نہ کرے کیونکہ شودر دولت مند ہو کر براہمن کو دکھ دے گا"

کیا یہ شودر گری کسی دوسرے ملک میں بھی پائی جاتی ہے۔ نہیں نہیں یہ فخر صرف آریہ مذہب کو ہی حاصل ہے جس کی برکت سے یہ اشرف المخلوقات انسان اس ذلت آفریں حالت کو پہنچ گئے۔ دنیا میں اسلام ہی پہلا مذہب ہے۔ جس نے مساوات کا علم بلند کیا۔ جس نے برہمن اور شودر کی خود غرضانہ تفریق کو مٹا کر اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا جھنڈا کھڑا کیا۔ اگر اسلام کا ظہور پر نور نہ ہوتا تو بلاشبہ اس وقت بھی شودر گری کا بازار نہایت زور و شور سے گرم ہوتا۔ لہذا جو لوگ اسلام کی دشمنی کرتے ہیں۔ بلا تبقیاً وہ دنیا میں مساوات اور اخوت کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ توحید کی جڑوں پر تبر چلانا چاہتے ہیں۔

جب ویدوں کی بعض قابل اعتراض باتوں سے محرک ہو کر ہندوستان میں بدھ مذہب رائج ہوا۔ اور اس کے بعد جب پھر ویدک دہرمیوں کا زور ہوا۔ تو ان ویدک دہرمیوں نے بدھوں پر جو ستم برپا کئے۔ آج تاریخ اس کی بہترین شاہد ہے۔ آخر جب تک ان آریوں نے بدھ مذہب کو ہندوستان سے بدر نہ کرایا چین نہ آیا مسلمان جب بحیثیت فاتح ہندوستان میں داخل ہوئے اگر وہ چاہتے تو اس وقت کے غیر مسلموں کے ساتھ وہی سلوک کر سکتے تھے۔ جو سلوک آریوں نے بدھوں سے کیا حالانکہ آریوں اور بدھوؤں میں اتنا فرق نہیں تھا۔ جتنا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں ہو سکتا ہے۔ خواہ کچھ بھی تھا۔ مگر بدھوں میں بھی وہی ہندوؤں کے درشنوں کا فلسفہ کام کر رہا تھا۔ اور عادات اطوار اور رسومات کے لحاظ سے بدھ ہندوؤں کے قریب تھے۔ مگر اس قدر اشتراک عمل ہوتے ہوئے۔ آریوں نے جو بدھوں سے سلوک کیا۔ دنیا کی تاریخیں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتیں۔ مگر دوسری طرف نظر دوڑاؤ اسلام کے سلوک پر باوجودیکہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے عقاید معاشرت تمدن وغیرہ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ مگر مسلمانوں کے کبھی وہم میں بھی نہ آیا کہ انہیں ملک بدر کرنا چاہیئے۔ حتی کہ یہ بھی روا نہ رکھا کہ جس طرح آریوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں کو اس ذلت اور مسکنت میں پہنچا دیا۔ کہ آج تک ان بیچاروں کو اپنی ہوش تک نہ آئی۔ ان سے کوئی ایسا سلوک ہی کیا جائے نہیں نہیں مسلمانوں کی تہذیب اور تمدن نے اسے ایک منٹ کے لئے بھی روا نہ رکھا۔ بلکہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ انہوں نے ہندوؤں کو اپنی سلطنت کا ساجھی بنا لیا۔ حالانکہ آریوں کا یہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ شری سوامی دیانند نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ پارلیمنٹ کے عہدے دار اور دیگر سلطنت کے عمال سب ویدوں کے جاننے والے آریہ ہونی چاہئیں۔ اب مقابلہ کرو مسلم رواداری کا آرین رواداری سے دوسرے الفاظ میں جو لوگ اسلام سے دشمنی کرتے ہیں۔ وہ گویا دنیا سے رواداری کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں آریوں کے دلوں میں شرافت کی اگر کچھ بھی بو ہوتی۔ تو انہیں کم از کم مسلمانوں کے ساتھ تو ہرگز مخالفت نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ لاہور میں جبکہ کوئی سناتنی ہندو سوامی دیانند صاحب کو لیکچر کے لئے جگہ نہیں دیتا تھا۔ اس وقت ایک معزز مسلمان جناب ڈاکٹر رحیم خان صاحب نے اپنی کوٹھی سوامی جی کے لیکچروں کے لئے خالی کر دیتے ہیں۔ اور وہیں نہ صرف لاہور کی پہلی آریہ سماج کی ہی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ بلکہ سوامی صاحب موصوف "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کے مطابق اسلام کے برخلاف بھی لیکچر دیتے ہیں۔ مگر ایک معزز مسلمان محض اپنی شرافت کی وجہ سے سوامی صاحب موصوف کی اس خطرناک مذہبی توہین پر چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ اور اشارۃً بھی یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ سوامی جی جس درخت کے نیچے آرام کیا اس کی جڑوں پر تبر۔ بلکہ وہ معزز مسلمان اکرام ضیف کو مدنظر رکھ کر یہ زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس وقت جبکہ لاہور کے ہندوؤں کا بچہ بچہ سوامی صاحب کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔

پھر جبکہ بنارس میں سوامی صاحب کو کوئی ہندو لیکچر دینے کے لئے جگہ نہیں دیتا تھا۔ ایسی حالت میں سوامی صاحب موصوف کی مدد کے لئے اگر کوئی آگے بڑھتا ہے۔ تو جناب سر سید احمد خان صاحب ہیں کیا دنیا میں یہ بھی کوئی دستور ہے کہ جو اگڑے وقت میں اور مصیبت میں مدد کرے۔ اس کے ساتھ ہی بدی کرو۔ مگر آریہ سماج نے اس مشہور مقولہ

"نیکی کا بدلہ بدی"

کو سچ کر دکھایا۔ کیونکہ وقت آنے پر سوامی جی نے اسلام کے برخلاف وہ غلط اور دلخراش نکتہ چینی کی کہ بس خدا کی پناہ جسے سنکر اور پڑھ کر ہر مسلمان تعجب اور حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ حتی کہ غیر مسلم بھی اس نکتہ چینی پر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ جناب گاندھی جی نے بڑوواجیل میں ستیارتھ پرکاش کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قایم کی کہ سوامی دیانند نے "اپنے دہرم کو تنگ بنا دیا ہے"۔ اور جانتے ہوئے جین دہرم اسلام، عیسائیت، اور خود ہندو دہرم کو غلط طور پر ظاہر کیا ہے۔ اور کہیں نے ستیارتھ پرکاش سے زیادہ مایوس کن کتاب کوئی نہیں پڑھی"۔

پھر آریہ سماجیوں کے متعلق لکھا ہے

"تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے وہ یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ آریہ سماجی اوپدیشک کو اتنی خوشی کبھی نہیں ہوتی۔ جتنی کہ دیگر مذاہب کی بدگوئی کرنیکے وقت ہوتی ہے"۔

کیا یہ تبصرہ کسی مزید تشریح کا محتاج ہے

(باقی آئندہ)

شذرات

اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نہیں دیکھتے

بعض آریوں نے اپنے مطلب کے مطابق قران پاک کے غلط اقتباسات گاندھی جی کے سامنے پیش کر کے اسلام کے برخلاف ان سے کہلوانا چاہا۔ مگر صاحب موصوف نے ایسے متعصب لوگوں کو جو برجستہ جواب دیا ہے۔ وہ پڑھنے کے قابل ہے آپ لکھتے ہیں

KHILAFAT LIBRARY

"مجھے ان اقتباسات کا علم ہے۔ جو اس کے خلاف قرآن سے بنائے جا سکتے ہیں۔ مگر ویدوں میں بھی ایسے منتر پڑھے جا سکتے ہیں۔ اناریوں کے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ اگرچہ آج اس کے معنی اور کچھ لئے جاتے ہیں۔ مگر کوئی وقت تھا۔ جب اس کے معنی ڈراونے تھے۔ اچھوتوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اس کا اور کیا مطلب ہے"! (پرتاپ لاہور ۲ جنوری)

غور کرو

امر واقعہ یہ ہے کہ بعض متعصب آریہ جو قرآن مجید سے ایسے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ وہ صرف بر سر پیکار جماعت کے لئے ہے۔ محض غیر مسلم یا کافر ہونے کے لئے قرآن پاک اور اسلام میں کوئی تعدی اور جبر نہیں ہے۔ قرآن پاک تو صاف الفاظ میں فرماتا ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر یعنی جس کا دل چاہے ایمان لائے۔ جس کا دل چاہے کفر اختیار کرے بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔ اور اس کے متعلق میں نور مورخہ ۳ر فروری میں بہ عنوان "اسلام اور قتل کفار" کافی بحث کر رہا ہوں۔ اسلام سے محبت اور دشمنی رکھنے والے ہر دو فریقوں کو اس پرچہ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئیے

ذرا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈالئے

ستیارتھ پرکاش میں سکھوں، سناتنیوں، جینیوں، بدھوں، مسلمانوں یہودیوں، عیسائیوں، وغیرہ کے بزرگان کرام کی نسبت اس انیسویں صدی کے مہارشی نے جس شستہ کلامی سے کام لیا ہے۔ بذات خود وہ آریہ مذہب کی عدم رواداری کی ایک نمایاں مثال ہے۔ مگر اس کے علاوہ سوامی صاحب موصوف نے وید بھاشیہ یا اپنی دیگر تصانیف میں انا ریہ (غیر آریہ) کے لئے جو زہریلا میٹریل مہیا کیا ہے۔ وہ بذات خود بہت ہی قابل اعتراض ہے۔ ذرا تھوڑا سا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

"اور جو ہم ستانے والوں کو ستانا چاہیے۔ اس کو سب لوگوں کی جمع کردہ آگ کے دونوں دلوں کے بیچ میں رکھتا ہوں"! (اتھرو وید کانڈ ۶ سوکت ۳۲ منتر ا)

یہ کس قصور پر صرف اس لئے کہ جس کو ہم ستاتے ہیں۔ وہ ہمارا مقابلہ کرتا ہے

اس کے بالوں کو اکھاڑ ڈال اس کی کھال اتار لے اس کے گوشت کے ٹکڑوں کی بوٹی بوٹی کر دے اس کی پٹھوں کو اینٹھ دے۔ اس کی ہڈیاں پیس دے۔ اس کا مغز نکال ڈال۔ اس کے سب اعضا اور جوڑوں کو الگ الگ کر دے"۔ (ایضاً منتر ۶۲)

اس منتر کا مطلب از آریہ مفسر دھرم پر چلنے والے راجہ وید کے اصول پر عمل کر دیئے پھرے ہوئے ظالم لوگوں کو طرح طرح کے عذاب دے کر دکھ دیں"۔

خدا کی قدرت اب یہ مذہب اس مذہب کے منہ آنے کی جسارت کرتا ہے۔ جس کا ماٹو

لا اکراہ فی الدین ہے

بت کریں آزر و خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

سکھ مذہب ترقی کیوں نہیں کرتا

سکھوں کا اخبار نیشنل پنجاب لکھتا ہے۔ کہ اگر سکھ مشنری چھوت چھات اور ذات پات کے غیر سکھ اعتقادات و توہمات کا شکار ہو کر سکھ دھرم کا پرچار بند نہ کر دیتے۔ تو آج ہندوستان افغانستان وغیرہ کا بہت سا حصہ سکھ ہوتا"

میں پہلے بھی کئی بار اس کا اظہار کر چکا ہوں۔ اور اب پھر دہراتا ہوں کہ جب تک سکھ کلیتاً اپنے آپ کو ہندوؤں سے علیحدہ نہیں کریں گے۔ سکھ مذہب ہرگز ترقی نہیں کرے گا۔ موجودہ حالت میں ہندوؤں کا تمدن سکھوں کو کھائے جا رہا ہے۔ اور اگر یہی لیل و نہار رہا۔ تو کچھ تعجب نہیں کہ چند ہی سالوں میں ہندو تمدن کا اژدہا سکھوں کو قطعی نگل جائے۔ اب بھی سکھوں کے سنبھلنے کا وقت ہے۔

سکھ بھی آریوں سے نالاں ہیں

آریوں کے مذموم طریق تبلیغ سے ہر ایک فرقہ بیزار ہے۔ اور تو اور آج کل سکھ آریوں کے بہت ہمدرد بنے ہوئے ہیں۔ انہیں بھی آریوں کا یہ دلخراش طریق سخت ناپسند ہے

چنانچہ نیشنل پنجاب اپنے ۲۳ر جنوری کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ "ضرورت ہے اس امر کی کہ سکھ مشنری پرچار کے اس طریق کو بالکل ترک کر دیں۔ جو آریہ سماج نے اس ملک میں پیش کیا ہے یعنی دوسرے مذاہب پر حملے اور نقطہ چینی"!

کیا جوشیلے آریہ اور تو نہیں کم از کم اپنے اس ہمدرد کی نصیحت پر کان دھریں گے؟ مشکل کیونکہ

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

کھلی گالیاں

۲۰ر جنوری کے آریہ گزٹ کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ

جو کسی انسان سے نفرت کرتا ہے یقین جانو کہ اس کی آتما (روح) میں ایشور پریم (خدائی محبت) کا لیش ماتر (ذرہ بھر) بھی نہیں ہے۔ مگر اس کے چند سطور ہی آگے چل کر آپ اپنے پریم کا اس طرح ثبوت دیتے ہیں۔

"ہم ایسے شرارت پسند لوگوں سے چاہے وہ میرزا غلام احمد کی جماعت میں ہوں۔ یا اہل سنت کی جماعت میں ہوں۔ چاہے کسی دوسری جماعت میں ہوں۔ یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ اگر تم کو روحانیت سے مس نہیں۔ تو کم از کم انسانیت سیکھو۔ اور شیطانیت چھوڑ دو"!

واہ واہ کیسا بنی نوع انسان کے ساتھ پریم کا ثبوت دیا گیا ہے آرین تہذیب کا کیسا اعلیٰ نمونہ ہے۔ بھلا کوئی اس شرافت کے پتلے سے پوچھے۔ کہ شرارت پسند لوگ وہ ہیں جو شری رام چندر اور کرشن جی مہاراج کو نبی تک کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یا شرارت پسند وہ ہیں۔ جنہوں نے نہ اپنوں کو چھوڑا اور نہ بیگانوں کو۔ ذرا اپنے دھرم کو حاضر و ناظر کر کے جواب دیں۔

اسلام کی رواداری

امر واقعہ یہ ہے۔ کہ مسلمان لوگ وسیع القلب اور نیک دل واقعہ ہوئے ہیں۔ ہر چالاک آدمی ان بے چاروں کو آسانی کے ساتھ دھوکہ دے سکتا ہے۔ مارشل لا کے دنوں میں مسلمانوں نے محض دلی صفائی کی وجہ سے دہلی میں سوامی شردھانند کو اپنے مسجد کے پاک ممبر پر بٹھلا کر اپنی اس مقدس جگہ کو بھرشٹ کیا۔ مگر اب آریہ لوگ مسلمانوں کی اس نیک نیتی کا بیجا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۹ر جنوری کے پرکاش نے ایک کارٹون دیا ہے۔ جس میں دہلی

کی مسجد میں سوامی شردھانند کو ممبر پر بیٹھا ہوا - دکھلایا گیا۔ ماحصل یہ بات بھی مسلمانوں کی رواداری پر دلالت کرتی ہے ورنہ تنگ ظرف لوگوں سے یہ توقع کہاں۔

ویدوں میں عناصر پرستی

۲۲ر جنوری کا پرکاش ویدامرت کے عنوان سے اتھروید (۱۲-۱۴۱) کا ترجمہ یہ دیتا ہے

"ہے پرتھوی (زمین) جو ہم سے ودیش (دشمنی) کرے جو سینا (افواج کے ذریعہ) ہم پر آکر من کرے۔ جو کشل نیتی ودارا (بدنیتی سے) یا انوچِت تنکشا دوارا ہمیں داس (غلام) بناوے اور جو شترو دوارا (دشمنوں کے ذریعہ) ہمیں داس بناوے۔ ہے پورن روپ ہے انتھوا پورن کال سے اتیا چاروں (ظالم)۔ . . کا ناش (برباد) کرنی والی بھومی (زمین) ہمارے اس شترو کو نشٹ (دشمن کو برباد کر) یا ہمارے وش کر"

KHILAFAT LIBRARY

اس مذکورۃ الصدر منتر کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ ویدوں میں عناصر پرستی نہیں۔ پھر دعوٰے توحید تعجب وحیرت؟

کافر اور ملیچھ

اگر مسلمان ہندوؤں کو کافر کہتے ہیں تو یہ کوئی گالی نہیں کیونکہ کافر کے معنی ہیں تعلیم اسلام کا منکر۔ جو ایک امر واقعہ کا اظہار ہے۔ مگر ملیچھ کے معنی ہیں گندگی خور جو نہایت خطرناک گالی ہے۔ اور آریہ لوگ اپنے سے علیحدہ دوسرے سب لوگوں کو ملیچھ کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ گویا جو لوگ اپنے علیحدہ دوسرے لوگوں کو گندگی خور کے نام سے پکارنے میں کسی جھجک اور حجاب سے کام نہیں لیتے بھلا ان لوگوں کی تہذیب کے کیا کہنے۔ اب تو یہ ملیچھ کا لفظ آریہ علانیہ استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے چنانچہ ۲۱ر جنوری ۱۹۲۶ء کا آریہ گزٹ اپنی تہذیب کا بدیں الفاظ ثبوت دیتا ہے۔

کرینگے اب ہم ان ملیچھوں کی شدھی
اگر حوصلوں میں ہے کچھ دم ہمارے

خدا کی قدرت! بیچ گویہ کے حامی تو اپنے آپ کو پوتر سمجھیں۔ اور اس کے تارک ملیچھ ھذا لشیی عجیب

آریوں کے نزدیک اصلاح کا معیار کیا ہے

جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ

"سب سے آخری پاک پیغمبر کو پہچانو۔ جس نے اتنی بڑی سچائی کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور افسوس ہوتا ہے۔ جب بجائے اس کے کہ اس احسان کے سامنے ان کے سر جھکتے۔ ایک فریق نے اس بات کو فخر سمجھ رکھا ہے۔ کہ اس پاک انسان کو برا کہا جائے۔ اور گالیاں دی جائیں!"

اس پر پرکاش اپنے ۲۹ جنوری کے انشو میں لکھتا ہے کہ۔ "ان کی اصلاحیں قابل قدر۔ لیکن کہاں عرب ہیں جہاں کے لوگ سخت اندھیرے میں تھے۔ لیکن جن اصلاحات کے آپ ہندوؤں کو زیر احسان کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس بھومی میں اس کو اصلاحات کہا ہی نہیں جا سکتا۔ بلکہ وہ خود قابل اصلاح ہیں۔ پھر احسان کیسا۔

نور

بہتر ہوتا ذرا پرکاش ویدک مصلحین کی اصلاحوں کا بھی ذکر کر دیتا۔ پہلی اصلاح تمام اقوام کے بزرگوں اور ہادیوں کو برا بھلا کہنا۔ جس سے دنیا کا امن ہمیشہ کے لیے برباد ہو۔ دوم نکاح بیوگان کی جگہ نیوگ کی اصلاح۔ موجودہ آریہ سماج اپنے میں سے آج تک جس کی کوئی مثال نہیں دے سکا۔ پھر خود موجودہ آریوں پر ان بے نظیر اصلاحات کا کیا اثر ہوا ہم فی الحال اس پر چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ ہاں اشارۃً یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ آریہ سماج کے ایک مشہور لیڈر نے آریہ سماج کی تقویت کے لیے چوری تک کو بھی جائز رکھا۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم اس قسم کی کئی ایک مثالیں معہ حوالجات کے پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

علاوہ ازیں اچھوت پن کی اصلاح جس کا فخر صرف آریہ تہذیب کو ہی حاصل ہے۔ کیونکہ دیگر ممالک کی تہذیب اس سے قطعی تہی دست ہے۔ کیا اب مہابھارت اور رامائن کے زمانہ کے تہذیب پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔ نہیں ہم فی الحال درگذر کرتے ہیں۔

شرافت کا نمونہ

ہم نے نور کے ۱۷ر جنوری کے انشو میں سوامی شردھانند صاحب کے قتل پر حسب ذیل الفاظ میں اظہار افسوس کیا تھا کہ

"جس جگر سوز اور دل دوز طریق سے سوامی شردھانند جی کو ہلاک کیا گیا ہے۔ اس غیر اسلامی حرکت پر یقیناً ہر مسلمان کو نفرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔

سوامی جی نے اس پیرانہ سالی میں "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کے مطابق مردہ ہندو قوم میں اپنی سرگرمیوں اور ان تھک کوشش سے جو نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ خواہ اس کا انجام کچھ ہی ہو نہ صرف آریہ سماج کی اتہاس میں بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں مہاتما گاندھی جی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ یادگار رہے گی۔ سوامی جی نے جس انقلاب آفریں تخم بونے میں عظیم الشان کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا"!

اس کا جواب آریہ سماج کے مہذب پرچہ پرکاش نے کیا دیا ہے ذرا ملاحظہ ہو۔

"نور سے معذور۔ نور روحانیت سے معذور نور اپنی روحانی آنکھوں کے ساتھ مادی آنکھوں کا نور بھی کھو بیٹھا ہے۔ مرتد ہے باغی ہے"! واہ واہ سبحان اللہ اس تہذیب پر قربان ہمیں کوئی گلہ نہیں جو برتن میں ہوتا ہے۔ وہی باہر ہوتا ہے۔ نیم کے درخت سے انگوروں کی توقع کہاں۔

تجھے پرائی کیا پڑی

۲۹ر جنوری کا پرکاش لکھتا ہے کہ ہندوؤں کے متعلق تو یہ مثل بالکل حسب حال ہے۔ کہ ایک ہندو گھرانے کے اگر نو آدمی ہوں تو ان کے دس مت ہونگے"۔

تو پھر اس انتشار کی موجودگی میں شدھی اور اچھوت ادھار کی حقیقت ہی کیا۔ لہذا آریہ سماج کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے۔ کہ پہلے اپنے گھر کی اصلاح کرے ورنہ ایسی حالت میں یہ مشہور شعر ٹھیک بیٹھتا ہے

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ بر آسماں نیز پرداختی

شکریہ احباب

متعدد دوستوں نے میری لڑکی کی شادی پر مبارکباد کے خطوط لکھے ہیں جن کے سبب میں ایسے دوستوں کا دل سے

مشکور ہوں۔ ان میں سے بعض بھائیوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ رشتہ کر کے آپ نے بہترین ایثار اور قابل تقلید مثال قایم کی ہے"۔

KHILAFAT LIBRARY

میں موخرالذکر فقرہ کی نسبت صرف دوستوں کی خدمت میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کیا۔ جس کی توقع اسلام ہر ایک مسلم سے رکھتا ہے۔ ہاں جس طرح ہر ایک والدین کے قلوب اپنی اولاد کے لئے قدرتی طور پر سہولت کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اس غرض یا خواہش کے جذبہ سے میرا دل بھی خالی نہیں مگر اس غرض کے ساتھ ایک فرض بھی ہے جس پر وہ غرض قربان کرنی پڑے گی . . . . خوش قسمتی سے مجھے بھی ان حالات سے کسی حد تک گذرنا پڑا ہے جس سے قدرتاً ہر ایک نو مسلم کو کم و بیش گذرنا پڑتا ہے۔ میرے خیال میں ہر ایک مسلمان کو نو مسلموں کی ان مشکلات کو کم کرنے کے لئے ساعی ہونا چاہیئے۔ ہم مسلمانوں کے لئے پیارے اسلام کی خاطر یہ ضروری ہے کہ اپنے نووارد بھائیوں کے واسطے عملی رنگ میں ایسی فضا پیدا کر دیں جس سے ان کی اجنبیت جاتی رہے۔ اور ان کے قلوب اس بات کو اچھے رنگ میں محسوس کر سکیں۔ کہ ہم کسی اجنبی جگہ میں نہیں آگئے جب تک ہم نوواردوں کے لئے ایسی فضا کو پیدا نہیں کرتے کم از کم موجودہ حالت میں ہندوستان میں اشاعت اسلام کے بہترین ثمر بھی مستفیض نہیں ہو سکتے۔ لہذا اس انتخاب پر مجھے فخر ہے۔ دوست دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ تعلق فریقین کے لئے مبارک کرے۔

لفظ شہادت اور آریہ سماج

ایک طرف تو آریہ سماج کو فارسی اور عربی سے بہت دشمنی ہے۔ اگر ان کا بس چلے تو یہ خواب میں بھی ان کے الفاظ کا استعمال پسند نہ کریں۔ مگر دوسری طرف شہید یا شہادت کا لفظ آریہ سماج کو بہت پیارا ہے۔ یہ اجتماع ضدین کیوں؟ آریہ سماج کا یہ فرض ہے۔ کہ جس قدر جلد سے جلد ہو سکے۔ اس عربی لفظ سے نجات حاصل کریں۔ مگر اس کی وجہ صاف ہے۔ کہ ہندی زبان کی بے مائیگی شہید یا شہادت کے لفظ کا قائمقام پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس لئے آریہ لوگ با دل ناخواستہ عربی کے اس لفظ کے سامنے سر جھکانے کے لئے مجبور ہیں۔ اب میں ہندی کی جے بولوں یا عربی کی کوئی غیر متعصب آریہ اس کا جواب دے۔

ذرا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈالئے

۲۷ جنوری کا آریہ گزٹ لکھتا ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ ادنیٰ طبقہ کے اور ادنیٰ تعلیم کے لوگ جو کہ مذہب کے اصلی مرم کو سمجھنے کے اہل نہیں ہوا کرتے وہ ہر ایک مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے فعل کے ذمہ واران کے تمام اہل مذہب نہیں ہوا کرتے۔ اور نہ ہی ان کے کردنی فعل کی ذمہ واران کی مذہبی تعلیم گردانی جا سکتی ہے۔ تو پھر بھی آنجناب کی اسلامی تعلیم اس قسم کے خونی داغوں سے پاک اور صاف نہیں ہو سکتی۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ محمود غزنوی علاؤالدین خلجی اور اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ جیسے خونخوار حامیان اسلام نہ ہی ادنیٰ طبقہ کے لوگ تھے۔ اور نہ ہی ادنیٰ تعلیم کے مالک تھے"۔

نور:۔ غور کرو جب آریہ قوم بحیثیت فاتح ہندوستان میں وارد ہوئی۔ تو اصل باشندوں کو یا تو مار مار کر پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف بھگا دیا۔ اور جو بے بسی میں آریوں میں رہ پڑے ان کے ہاتھ میں پاخانہ اٹھانے کی ٹوکری اور جھاڑو دیدیا گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سوائے ہندوستان کے دیگر ممالک اچھوت اقوام اور شودروں کی لعنت سے پاک ہیں برخلاف اس کے جب مسلمان بحیثیت فاتح ہندوستان میں آئے۔ تو انہوں نے ہندوؤں کو اپنی سلطنت کا شریک بنالیا۔ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ جس سے بڑھ کر آریہ لوگوں کو اور کوئی برا نظر نہیں آتا۔ اس کے عہد میں اس کے اذن سے کابل کا گورنر ایک ہندو کو بنا کر بھیجا جاتا ہے آریو! مقابلہ کرو اپنے سلوک سے مسلمانوں کے برتاؤ کا پھر ایمان سے کہو کہ رواداری کس نے دکھلائی۔

شرافت کا ایک اور نمونہ

مسلمانوں جب بانئے آریہ سماج کا نام لیتے ہیں۔ تو سوامی دیانند صاحب کہتے ہیں مگر برخلاف اس کے جب آریہ دو جہان کے والی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لیتے ہیں تو صرف محمدؐ صاحب لکھکر حضرت مسیح موعود کا نام لیں گے تو میرزا غلام احمد یا منشی غلام احمد کہکر۔ ہم آریہ دوستوں کو متنبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ کسی قوم کے بزرگ کا نام مکمل رنگ میں لینے پر مجبور ہوں گے۔ کیا اس وقت آپ خوش ہوں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ دوسرے آدمی آپ کے بزرگوں کو احترامیہ الفاظ سے یاد کریں تو پھر تمہیں بھی دوسرے کے جذبات کی قدر کرنی چاہیئے۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام ہم نے پیشتر کہدیا۔ تاکہ بعد میں شکایت نہ ہو

آریو غور کرو

اس وقت تک آریوں کے پانچ آدمی قتل کئے گئے ہیں۔ (۱) سوامی دیانند جی جو ایک ہندو کے ہاتھوں زہر دیئے گئے۔ (۲) پنڈت تلسی رام جن کی موت بھی ایک ہندو کے . . . . . . ہاتھوں ہوئی۔ (۳) مہاشہ رام چندر صاحب جن کا قتل بھی ہندوؤں کے ہاتھ سے ہوا۔ (۴) پنڈت لیکھرام جن کے قاتل کا پتہ نہیں۔ (۵) سوامی شردھانند کے قتل کو . . مسلمان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ قتل خواہ کسی کی طرف سے ہوئے۔ فی الحال ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں مگر آریوں کو ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان میں اور اقوام یا فرقے بھی آباد ہیں۔ آریوں کے "مبارک" ظہور سے قبل بھی ہندو مسلمان اور دیگر مختلف فرقے پہلو بہ پہلو آباد تھے۔ اور بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی تھے۔ مگر آریوں کے ظہور کے بعد یہ بے چینی اور بدامنی کیوں پیدا ہوئی۔ اور پھر آریوں کے اس قدر قتل کیوں ہوئے حالانکہ ہندوستان میں دیگر مذاہب اقوام اور فرقے بھی آباد ہیں۔ کیا ان امور سے ہم اس نتیجہ پر نہیں پہنچتے کہ آریوں کی موجودہ روش اصلاح طلب ہے اور جب تک آریہ دیگر مذاہب کے واجب الاحترام بزرگوں کی شان میں گستاخی سے باز نہیں آئینگے اور اپنی شر انگیز نقطہ چینی کو معقولیت کا جامہ نہیں پہنائیں گے ہندوستان کو امن نصیب نہیں ہو سکیگا۔

ہندو تہذیب و تمدن پر اسلام کا اثر

اس عنوان سے معزز معاصر الفضل یکم فروری کے اشو میں لکھتا ہے کہ "جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے جلسہ سالانہ پر جو لیکچر مندرجہ عنوان دیا تھا۔ وہ کسی قدر زیادتی دفتر چار گنا

[illegible]

کے ساتھ انہوں نے قلمبند فرمایا۔ اگر اپنے اخبار نور مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۶ء [illegible]ب چھاپا ہے۔ اب شیخ صاحب کا ارادہ ہے۔ کہ وہ اس میں کچھ اور اضافہ کر کے رسالہ کی صورت میں شایع کردیں۔ یہ نہایت مبارک تجویز ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں مباحثات کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور اب فروعی مسائل پر تو قومیں میں پسند نہیں کی جاتی۔ بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ تمدن تہذیب و اخلاق اقوام پر کسی مذہب نے کیا اثر ڈالا ہے۔ پس اس موضوع پر مضامین لکھنا اسلام کی اشاعت کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ شیخ صاحب اپنی تصنیف کو جلد شایع کریں گے"۔

نور:۔ میری بھی یہ خواہش ہے۔ کہ میں اپنے معزز ہمعصر کی امید کو جلد پورا کرسکوں مگر دوستوں کی طرف سے آمادگی بہت کم ہے۔ اگر ایکہزار کی پیشگی درخواستیں میرے پاس آجائیں۔ تو میں مناسب اضافہ کے ساتھ اس اہم مضمون کی جس کی فی زمانہ بہت ضرورت ہے کو کتابی صورت میں چھپوا سکتا ہوں۔ ورنہ کوئی صورت نہیں۔ اس وقت تک شاید ہی دو سو کی درخواستیں آئی ہوں۔ میری الماریوں میں بھی مزید کتابوں کے رکھنے کی جگہ نہیں اب جراءت ہو تو کیسے . . اس کا جلدی چھپنا یا نہ چھپنا صرف دوستوں کی عملی قدر دانی پر منحصر ہے۔

KHILAFAT LIBRARY

ضروری اطلاع

ان دوستوں کا سال جن کے اسماء معہ نمبر خریداری درج ذیل ہیں۔ اخیر مارچ تک ختم ہوتا ہے۔ ان سب کے نام یکم مارچ کو وی پی ہوں گے۔ اگر کسی صاحب کو کسی وجہ سے آئندہ سال کے لئے نور کا ساتھ دینا منظور نہ ہو تو ۲۵ فروری سے پہلے پہلے دفتر نور میں اپنے ارادہ سے ضرور اطلاع دیدیں۔ جو دوست نور سے جدائی اختیار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان پر ایک گونہ افسوس تو ضرور ہوتا ہے۔ کہ وہ نور جیسے مجاہد اور غازی پرچہ جو تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کا واحد ذریعہ ہے۔ کے لئے تین روپیہ سال کی تنخواہ رقم بھی قربان نہیں کرسکتے۔ مگر ان لوگوں کی بے اعتنائی کا کیا کہنا جو باوجود پیشتر اطلاع ملنے کے بھی خاموش رہتے ہیں۔ اور وقت پر وی پی واپس کر کے دفتر نور کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا یہ اخلاقی گناہ ناقابل عفو ہے۔ اگر وہ ایک مجاہد پرچہ کی اعانت نہیں کرسکتے۔ تو نقصان پہنچا کر حوصلہ شکنی کیوں کریں۔

نمبر	نام	رقم
۲۵	منشی محمد طفیل صاحب	ہے ۲/
۴۵	شیخ حسن صاحب	صہ/
۴۶	مولوی غلام حسین صاحب	ہے ۲/
۴۷	منشی کریم بخش صاحب	ہے ۲/
۶۰	مولوی غلام محمد خان صاحب	ہے ۲/
۶۱	ڈاکٹر معراج الدین صاحب امرتسر	ہے ۲/
۶۲	ڈاکٹر عبد الکریم صاحب	ہے ۲/
۶۶	جناب محمد ایوب خان صاحب	ہے ۲/
۶۷	بابو سمیع اللہ صاحب ہیڈ کلرک	ہے ۲/
۷۹	چودھری عبد العزیز ہیڈ ماسٹر	ہے ۲/
۸۰	امیر جماعت احمدیہ نوشہرہ	ہے ۲/
۸۱	چودھری احمد بخش صاحب	ہے ۲/
	جناب محمد رفیق صاحب	ہے ۲/
۸۴	مولوی عبد اللطیف صاحب	ہے ۲/
۸۵	جناب عبد العزیز صاحب	ہے ۲/
۱۱۳	چودھری نذیر احمد صاحب	ہے ۲/
۱۲۳	مولوی محمد الدین صاحب	ہے ۲/
۱۲۹	منشی عبد اللہ خان صاحب	ہے ۲/
۱۳۶	جناب محمد عزیز اللہ صاحب اثر	ہے ۲/
۱۴۱	سید فخر الاسلام صاحب	ہے ۲/
۱۵۲	میاں محمد ہاشم صاحب	ہے ۲/
۱۵۸	چودھری کرم الہی صاحب	ہے ۲/
۱۶۱	چودھری محمد حیات خان صاحب	ہے ۲/
۱۶۲	چودھری غلام میراں صاحب	ہے ۲/
۱۶۳	حکیم ابو طاہر صاحب	ہے ۲/
۱۶۴	جناب میاں حیات محمد صاحب	ہے ۲/
۱۶۶	چودھری محمد حسین صاحب	ہے ۲/
۱۶۹	جناب دلبر حسن صاحب	ہے ۲/
۱۸۱	میاں محمد صاحب	ہے ۲/
۱۸۲	شیخ حمید احمد صاحب	ہے ۲/
۱۸۶	شیخ غلام نبی صاحب	ہے ۲/
	بابو قمر الدین صاحب	ہے ۲/
۱۹۰	بابو غلام محمد صاحب	ہے ۲/
۲۳۰	جناب محمد نواب خان صاحب	ہے ۲/
۲۴۰	بابو غلام محمد صاحب اختر	ہے ۲/
۲۴۳	چودھری محمد علی خان صاحب	ہے ۲/
۲۴۵	جناب محمد حسین صاحب	ہے ۲/
۲۴۶	راجہ عبد اللہ خان صاحب	ہے ۲/
۲۵۰	جناب رفیع الزماں صاحب	ہے ۲/
۲۵۲	منشی عبد اللہ صاحب	ہے ۲/
۲۵۵	جناب فضل احمد صاحب	ہے ۲/
۳۲۹	مولوی محمد کریم صاحب	ہے ۲/
۳۳۲	سردار ارجن سنگھ صاحب	ہے ۲/
۳۳۴	منشی محمد صدیق صاحب	ہے ۲/
۱۲۶	حکیم محمد عمر خان صاحب	ہے ۲/
۱۳۱	میاں محمد ابراہیم صاحب	ہے ۲/
۱۳۹	سید مبارک علی صاحب	ہے ۲/
۱۴۲	منشی محمد اسمٰعیل صاحب	ہے ۲/
۱۵۶	ڈاکٹر فتح الدین صاحب	ہے ۲/
۱۵۹	میرزا محمد جمیل بیگ صاحب	ہے ۲/
۱۶۴	جناب عبد الرحمٰن صاحب	ہے ۲/
۱۶۷	چودھری شیر محمد خان صاحب	ہے ۲/
۱۶۳	بابو محمد عزیز الدین صاحب	ہے ۲/
۱۶۵	مولوی صدر الدین صاحب	ہے ۲/
۱۷۷	ڈاکٹر پیر بخش صاحب	ہے ۲/
۱۸۰	ملک خدا بخش صاحب	ہے ۲/
۱۸۳	جناب حیدر علی صاحب	ہے ۲/
۱۸۵	چودھری فضل احمد صاحب	ہے ۲/
۱۸۶	شیخ غازی الدین یوسف صاحب	ہے ۲/
۱۸۹	ڈاکٹر مہر علی صاحب	ہے ۲/
۲۳۶	جناب عبد الغفار خان صاحب	ہے ۲/
۲۳۹	ملک عادل شاہ صاحب	ہے ۲/
۲۴۲	سید فضل محمد صاحب	ہے ۲/
۲۴۴	شیخ فضل الرحمٰن صاحب اختر	ہے ۲/
۲۴۶	بابو عبد الکریم صاحب	ہے ۲/
۲۴۹	سید محمد حسین صاحب	ہے ۲/
۲۵۱	جناب عبد العزیز صاحب	ہے ۲/
۱۵۳	جناب فضل الٰہی صاحب	ہے ۲/
۲۵۶	منشی صدر الدین صاحب	ہے ۲/
۳۳۱	مولوی کرم الدین صاحب	ہے ۲/
۳۳۶	منشی عطا محمد خان صاحب	ہے ۲/

درخواست دعا

(۱) میری بیوی دو ہفتہ سے سخت علیل ہے۔ احباب دعائے صحت بتوجہ خاص فرمادیں۔ محمد عالم از افریقہ

(۲) خاکسار کا لڑکا فتح [illegible] احمد مڈل کا امتحان دینے والا ہے امتحان میں کامیابی کیلئے دعا ہو۔ [illegible] الدین کلانور

دعائے مغفرت:۔ برادرم بابو محمد ثناء اللہ صاحب نظامی احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنور کی اہلیہ محترمہ جو چند ماہ سے بیمار تھیں۔ اس جہان فانی سے مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء عالم جاودانی کو رحلت فرماگئیں۔ احباب مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا فرمادیں۔ محمد عبد اللہ نظامی احمدی منشی

جہاد فی الاسلام

KHILAFAT LIBRARY

(از قلم جناب مولانا عبد الکریم خان صاحب میرٹھی)

اس مبسوط آرٹیکل میں جناب مولانا موصوف نے تنازع للبقاء پر بہت لطیف پیرایہ میں بحث کی ہے۔ آریوں کے دیوتا سروپ بھائی پرمانند کے اسلام پر اس خطرناک حملہ کا دراصل یہ جواب ہے۔ جس میں انہوں نے حضرت پیغمبر اسلام کی شان مبارک میں "خونی پیغمبر" کے دلخراش الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اس میں اس امر کو ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ جنہیں اسلام اور اصول اسلام سے ایک خواہ مخواہ کی کاوش ہے۔ آخر عملی رنگ میں انہیں اپنے مذہب کے اصولوں سے روگرداں ہو کر اسلامی تعلیم پر ہی کاربند ہونا پڑتا ہے۔ اور پھر اسلام جہاں صرف دفاعی رنگ میں جنگ کی اجازت ہے۔ وہاں موقع ملنے پر اعتراض کرنے والی اقوام نے پیش قدمی سے بھی دریغ نہیں کیا امید کہ ناظرین اس مضمون کو جو کئی قسطوں میں انشاء اللہ شایع ہوگا۔ خاص توجہ سے ملاحظہ فرماویں گے۔ ایڈیٹر

لڑنا وطن کی خاطر ایماں ہے سب سے بہتر (ہومر)

اگر کوئی شخص ہمارے خاندان کی خاطر ہمارے احباب کی خاطر ہمارے خالق کی خاطر ہمارے ملک کی خاطر ہماری اپنی خاطر جان ...... دے جائے۔ تو اس کا خون مقدس ہے۔ اس سے علاوہ سب شیخی ہے۔ جرم ہے تکبر ہے (اڈمنڈ برک نامور مدبر انگلستان)

(۱)

جنگ کا نظارہ گیا مکروہ اور قابل نفرین نظارہ ہے۔ بالخصوص بنی آدم میں حضرت انسان شرافت ذاتی اور خلافت الٰہی کا مدعی ہے۔ مگر جب ابنائے جنس کے خون میں اپنا ہاتھ رنگتا ہے۔ تب اپنی جوانمردی اور دلیری کی لاف و گزاف بہت کچھ مارتا ہے "فتح کی خاطر جو جنگ ہو وہ بہت کچھ محبوب سمجھی جاتی ہے اگرچہ زمانہ حال کی مروجہ تہذیب و شائستگی کی آڑ میں یہ بھی مباح ہے۔ ایسی حالت میں جو سب سے بڑھ کر ظالم قصاب ہو اس کا پلہ بھاری رہتا ہے" لیکن

سائنس اور تاریخ کی روشنی میں جب ہم کائنات اور واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں [illegible] کرنا پڑتا ہے۔ کہ فطرت کی موجودہ حالت میں جنگ بھی ایک اہم ضرورت اور ناگزیر حاجت ہے۔ چاہے جیسی چھوٹی سے چھوٹی خوردبین سے دیکھو۔ تنازع للبقاء کے اقتضا سے ہر جگہ اور ہمیشہ کشمکش اور کشاکش کا نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔

دیوتا سروپ بھائی پرمانند جی کا خیال ہے۔

"ایشور نے محبت اور نفرت قدرتی طور پر پیدا کئے ہیں۔ نفرت کو مار کر انسان دیوتا بن سکتا ہے۔ انسان نہیں رہ سکتا۔ محبت انسان کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ عداوت ہندوؤں کی روحانیت ایسے غلط راستہ پر چلی گئی ہے۔ کہ وہ اپنی مذہبی تعلیم کو بھی ٹھیک طور پر سمجھ نہیں سکتے۔"

ہندو مذہب کی نسبت مشہور ہے کہ اس کو اہنسا پرمو دھرما کی تعلیم پر ناز ہے۔ لیکن بھائی پرمانند جی نے جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لالہ لاجپت رائے جی اس کی حقیقت کو اس طرح بے نقاب کرتے ہیں۔

"اگر کوئی ہمارے حقوق پر حملہ کرتا ہے۔ اور ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس حملہ سے اپنا بچاؤ کرنا بھی ہمارا دھرم ہے اس سلسلہ میں بھگوت گیتا کی تلقین ہمارے لئے قابل تلقین ہے۔ ہم کو ایسے بھی بے طاقت نہیں ہونا چاہیئے۔ جو چاہے پیروں تلے ہم کو روندے۔ بیشک اہنسا سب سے بڑا دھرم ہے۔ لیکن دوسروں کو یہ حوصلہ دینا کہ وہ ہم کو اہنسک سمجھ کر مٹی میں ملا دیں اور ملیا میٹ کر دیں یہ اہنسا نہیں بلکہ گناہ ہے۔ قدیم ہندو دھرم کی تعلیم یہ ہے کہ فرض کا تعین حالات وقت سے ہونا چاہیئے۔ جو دھرم سنیاسی کو زیب دیتا ہے۔ وہ گھرستی کے لئے زہر کا اثر رکھتا ہے۔

نوجوانوں کو یہ تلقین کرنا کہ وہ گرہست میں سنیاس دھرم کی پیروی کریں۔ اغراض مذہب کے منافی ہے۔ اس سے سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ جس قوم کے مالک اور نوجوان ویراگ و تیاگ کے دلدادہ ہو جاویں۔ وہ کبھی آرام سے نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ اس وقت ویراگ و تیاگ کا نتیجہ بزدلی ہوتا ہے۔ اس سے حوصلہ اور مردانگی کا ناش ہوتا ہے۔ اس سے ظلم کی برداشت بڑھتی ہے۔ جس کا آخری نتیجہ غلامی ہے۔ ماتحت اور غلام کو کبھی سکھ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ دھرماتما ہو سکتا ہے۔"

(۲)

ہمارے مسیحی دوستوں کا اسلام پر شاید سب سے زیادہ فتنہ انگیز الزام جہاد کے متعلق ہے۔ خدا کا شکر ہے موجودہ زمانہ علم کی روشنی کا زمانہ ہے۔ "یہ ایام حقائق و واقعات کے ہیں۔ وہ دن گئے جب قیاسات و نظریات کفایت کرتے تھے"۔ اس وقت سائنس کے فیوض کی برکت سے۔ "تجربہ اور مشاہدہ ہی بنیاد یقین سمجھا گیا ہے۔ واقعات تخیلات کے قایم مقام بن گئے ہیں۔ انہیں کی روشنی میں ہم ایک چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ علمی بحثیں بھی اسی وقت باعث ایمان و ایقان ہو سکتی ہیں۔ جب کہ ان کی تشریح حقائق مشتبہ سے ہو سکے"۔

جنگ عظیم نے جہاں صدہا قسم کی تباہیاں کیں وہاں یہ نتیجہ ضرور اظہر من الشمس نکلا کہ بعض اسلامی صداقتیں پایہ حقیقت کو پہنچ گئیں حالات جنگ نے خود ان لوگوں کو ان اسلامی تعلیمات کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ جن پر وہ پہلے طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔

جب آتش حرب کے باعث کل یورپ خطرہ میں پڑ گیا۔ تو حفاظت خود اختیاری کی روح جو دراصل روح بقاء ہے۔ ان لوگوں میں بڑے زور کے ساتھ اس سوال پر غور کرنے لگے۔ کہ کیا جناب مسیحؑ کی یہ تعلیم کہ جو تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے۔ اس کے آگے دوسرا گال بھی کر دو۔ اس مصیبت کے وقت کسی کام کی ہے یا نہیں۔ آخر انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ تو محض خوش کن باتیں ہیں۔ اس پر عمل کرنا تو ہلاکت کو اپنی طرف بلانا ہے۔ شہزادہ سلامتی کی باتوں پر کان لگانے اور عمل کرنے کا وقت نہیں۔ شاخ زیتون مسیحی نشان امن، اب کچھ کام نہ دے گی۔ اب تو الجنۃ تحت ظلال السیوف پر عمل کچھ کام دے تو دے۔ چنانچہ مسیحؑ کے الفاظ خطبہ کو بھی تو بالائے طاق رکھ دیئے گئے۔ اور ان سب کی جگہ آغاز جنگ کے بعد ہی مسیحؑ کا

KHILAFAT LIBRARY

یہ فقرہ "میں تلوار اور آگ کو لیکر دنیا میں آیا ہوں" تخ... خطبات اور مواعظ کا موضوع بن گیا۔ میدار زمانہ روح پادر... تک میں سرایت کر گئی۔ ۹ جون ۱۹۱۵ء کو پادریوں کی ایک بڑی جماعت کنیسی لبادے اور چوغے پہنے ہوئے ہائڈ پارک لنڈن کی طرف فوجی ترتیب کے ساتھ آئی۔ ان کی سالاری کا کام بشپ لنڈن کے سپرد تھا۔ جب یہ مسیح کی بھیڑیں ماربل آرچ پر پہنچیں تو بشپ موصوف نے ایک کاری کی چھت پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں ذیل کے الفاظ بھی موجود تھے۔

"خطبہ کوہی کے وہ تمام فقرات جن کی طرف معترضانہ جنگ میں حصہ لینے کے خلاف بطور سند اشارہ کرتے ہیں ان کے مفہوم کو نہ وہ سمجھتے ہیں نہ انہیں وہ صحیح طور پر استعمال میں لاتے ہیں۔ اگر کوئی بدقماش کسی معصوم بچہ کو تکلیف دے تو ہم کیا منہ دیکھتے رہیں نہیں ایسے موقعہ پر ہمیں اس بدقماش کو پورا سبق دینا چاہیئے۔ اگر چھوٹی قومیں اس وقت اپنے حقوق کی حفاظت کے واسطے لڑ رہی ہیں تو بڑی قوموں کو چاہیئے۔ کہ وہ میدان میں آجائیں اور زبردست سے کمزور کو بچائیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حملہ آوروں کو ان جگہوں سے نکال دیں۔ جہاں وہ اس وقت قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ اگر ہم آج تک خاموش رہتے۔ اور کچھ نہ کرتے تو برطانیہ کے بچوں اور عورتوں کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا جو اہل بلجیم کے ساتھ ہوا"۔

"علاقہ چمپسفورڈ کے بشپ صاحب نے بھی مقام اسفورڈ میں اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ :- "جنگ اسوقت تک جاری ہے۔ اور نہ صرف جہالت ہی ہوگی بلکہ ایک جرم عظیم ہوگا۔ اگر تلوار کو نیام میں ڈال لیں۔ جب تک وہ مقصد حاصل نہ ہو۔ جس کے لئے ہم نے تلوار نکالی"!

"یہ حربی وعظ جبکہ اس حیثیت کے معلمان مسیحیت کی زبان سے نکلے تو پھر کیا تھا۔ چاروں طرف ہر گرجے اور کنیسے میں آواز آنے لگی۔ ہر جگہ نعرۂ حرب سنائی دینے لگا۔ لیکن ایک غور کرنے والا دیکھ سکتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ انجیل کی تعلیم کے خلاف تھا۔ حق الامر تو یہ ہے کہ ایام جنگ کے لئے انجیل تو مقفل کر کے طاق نسیان میں رکھدی گئی۔ اور عیسائی دنیا نے انجیل و مسیح کے بجائے قرآن و محمدؐ کی پیروی کرنی شروع کی۔ ہر عیسائی ملک میں جبریہ خدمات جنگی کا قانون نافذ کیا گیا۔ یہ سب کچھ تعلیم مسیح کے صریح خلاف تھا۔ جن چند کا فعل تعلیم انجیل کے بالکل مطابق تھا ایسے لوگ مجرم ٹھیرائے گئے۔ اور جیل میں بھیجے گئے۔ لیکن کلیسیا نے ایک لفظ بھی ان کی حمایت میں نہ کہا"۔

بہر حال "اس اصول کی تعمیل و نتیجہ میں کہ جان مال کی حفاظت اور آزادی کی برقراری میں تلوار اٹھانا۔ ضروری ہے۔ انگلستان اور اس کے حریف ایک طرح عملی رنگ میں مسلمان ہو گئے۔ اور عیسائیت کو انہوں نے برطرف کیا۔ ایک زمانہ اسلام کے اصول حرب پر منہ چڑاتا رہا۔ لیکن بالآخر اس جنگ عظیم نے دنیا کی آنکھیں کھول دیں۔ اور جو کچھ دنیا اس امر میں دنیا اسلام کے خلاف کہتی تھی۔ اسے واپس لینا پڑا یعنی اسے اپنے فعل کی جوازیت میں وہی کہنا اور کرنا پڑا جو اسلام نے بتلایا۔ قرآن نے پڑھایا اور حضرت محمدؐ نے سکھایا"!

ہند و مذہب اور مسیحی مذہب کا آج علانیہ وہی فتویٰ ہے۔ جو اسلام نے دیا ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو تمام دنیا کا یہی فیصلہ ہے۔ "اگر ملک کی حمایت میں جنگ کی جائے تو وہ ہمیشہ معزز سمجھی جاتی رہی ہے"! (ڈاکٹر سمائلز)

(۴)

حقیقت یہ ہے۔ "باغ عالم کا پتہ پتہ اور میدان کائنات کا ذرہ ذرہ شہادت پیش کر رہا ہے۔ کہ زندگی نام ہی کشاکش و کشمکش یعنی جنگ اور زور آزمائی کا ہے انسان کا جسم خود ایک عناصر کا میدان کارزار ہے۔ عناصر کی اس جنگ کے موقوف ہو جانے کا ہی نام موت ہے ہواؤں کا چلنا یا دلوں کا گرجنا۔ مینہ کا برسنا، بجلی کا چمکنا، رعد کا گرجنا، نباتات و حیوانات کا بقاء قیام نتیجہ ہیں ایک کش مکش اور جنگ و پیکار کا جہاں زندگی زیادہ نمایاں ہے۔ اور نشو و نما کا اثر زیادہ پایا جاتا ہے وہاں یہ جنگ بھی زیادہ نمایاں اور جوش و خروش سے جاری نظر آتی ہے۔ جمادات کی نسبت نباتات میں اور نباتات کی نسبت حیوانات میں یہ سلسلہ جنگ اور تنازعۃ للبقاء زیادہ پایا جاتا ہے۔ حیوانات میں چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور اس کو قوت ا... بھی دی گئی ہے۔ لہذا اس تنازع للبقاء میں بھی ان... اسی طرح ذمہ وار ہے۔ اپنے تمام کاموں میں دوسر... حیوانات کی نسبت اس کی ذمہ واری بڑھی ہوئی ہے۔

ایک شیر کو جس کو قدرت نے مضبوط جسم زبر... دانت اور تیز پنجے عطا کئے ہیں۔ جب اپنا پیٹ بھرنے او... ہستی کو قایم رکھنے کے لئے۔ جنگل میں ایک بارہ سنگھے... شکار کرتا ہے۔ تو اس پر اس کے اس فعل کی ذمہ وار... عائد نہیں ہو سکتی۔ اور اس کو مجرموں کی فہرست میں شا... نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن انسان جب دوسرے انسان یا... کے ساتھ اسی قسم کا کوئی برتاؤ کرتا ہے۔ تو چونکہ اس ک... تمام اس کے ارادی اور اختیاری افعال کے ایک سل... کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لہذا کبھی وہ گنہگار قرار دیا جاتا ہے۔ او... بے گناہ مگر یہ غیر ممکن ہے کہ انسان کے افعال و اعمال میں سے اس کشمکش حیات یا تنازع للبقا کو بالکل نکال ڈالا جائے۔ اگر ایسا ممکن ہو تو پھر انسان اوج کمال سے گ... اس انتہائی پستی میں پہنچ جائے۔ جہاں اس کو جمادات ... بھی نیچے کے درجہ پر جگہ مل سکے گی۔

اس کارگاہ عالم میں جہاں تک معلوم ہو سکا ہے کو... ایک قوم بھی کسی زمانہ اور کسی ملک میں ایسی نظر نہیں آ... جس کو اپنی حیات اور بقا کے لئے ہتھیاروں کے استعمال اور دوسروں سے زور آزمائی کا اتفاق نہ ہوا ہو اور ہڈیاں توڑنے گوشت کاٹنے خون بہانے والے آلات اور اپنے قلب کی قوت (شجاعت) سے کام لینے کا موقع نہ ملا... ہندوستان کے طبقات الارض نے پتھروں کے ہتھیار ہم کو سپرد کئے ہیں۔ جن کو دیکھکر ہم آج ان قومو... کا تصور کر سکتے ہیں۔ جس کو تجربہ عہد کی قومیں کہا ج... ہے۔ حدید یہ اقوام کی ابتدا ر کا زمانہ بھی ہم کو لوہے کے ہتھیاروں ہی نے بتایا ہے۔ نیم تاریخی زمانہ سے لیکر آج تک ہر قوم میں دوسروں کو قتل کرنے والے اور میدان جنگ میں کام آنے والے ہتھیار ہی زیادہ قیمتی اور قابل تو... چیزیں نظر آتی ہیں۔ درونا چارج اکار جن کی تیر و کمان کرشن جی کی چکر رام چندر کا ترسول رستم کا گرز گاؤ سر افراسیاب کی کمند عبد و بند۔ داود علیہ السلام کی زرہ وغیرہ آلات حرب اکثر نیم تاریخی زمانہ کی چیزیں ہیں۔

(باقی آئندہ)

KHILAFAT LIBRARY

اسلامی رواداری

(از قلم جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے پلیڈر گوڑگانوہ)

اسلام کی تعلیم رواداری سکھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ
سلمانوں نے اسلام کے بہت سے احکام سے منہ موڑ لیا ہو۔
بن قدرتی طور پر اسلامی جذبات کا یہ اثر ان میں نظر آئیگا
تنگدلی اور تعصب ان میں مطلق نہ پایا جائے گا۔ آج کل
ب ملک میں تعصب اور مذہبی طرفداری کی رَو اس قدر
ڑھی ہوئی ہے۔ کہ بات بات میں مسلمان اپنے انصاف
ے محروم ہوئے۔ تعصب کی دیوی پر بھینٹ چڑھا دیئے
تے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں انصاف اور سچ کا اصلی جذبہ
یا جائے گا۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ اپنے ماں باپ کے مقابلہ
انصاف کرو اور ان کے مقابلہ میں بھی سچی گواہی دو
ی قوم کی دشمنی تم کو بے انصافی پر آمادہ نہ کرے۔ اسی
لیم کا اثر ہے۔ کہ اگر مسلمان کو انصاف کی کرسی پر بٹھا دیا
تا ہے۔ تو وہ انصاف کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا
راس کے سامنے کسی معاملہ کو پنچایت کے طور پر پیش کیا جائے
۔ وہ حق رائے دیتا ہے۔ اور اس میں کسی کے برا ماننے
ا پرواہ نہیں کرتا۔

تازہ ثبوت رواداری کا مسلمانوں نے ابھی دیا ہے
سلمانوں کے دشمن سوامی شردہانند مارے گئے۔ تو مسلمانوں
نے ان کے قتل پر ملک کے گوشہ گوشہ سے اظہار افسوس
یا۔ اور مارنیوالے کو سخت سست کہا۔ ہندوؤں کو
ی صاف باطنی کا یقین دلایا۔ اور اس قتل کو منفردانہ بتایا
یکن کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کا اس پر اطمینان نہیں ہوا
تنی کہ مسٹر گاندھی نے کہا کہ اکثر مسلمان اس فعل پر
خوش ہوں گے۔ . . . . . اور یہ بھی کہا کہ میں
طعی قرارداد چاہتا ہوں۔ کہ مسلمان آئندہ ہرگز اس
قسم کی حرکت نہ کریں گے۔ وغیرہ یہی نہیں اسی روز
ایک راہ چلتا مسلمان مفتی محبوب علی بھی مشتعل ہندوؤں
کی آتش غضب میں شہید ہوا۔ لیکن ہندوؤں نے
اس کس مپرسی کی موت پر سرکاری بھی نہ کی مسلمانوں نے

کے جلسوں میں اس غریب الوطن کی موت پر رنج ظاہر کیا گیا
لیکن ہندوؤں کے بڑے جلسوں کا تو ذکر کیا چھوٹے سے
چھوٹے جلسہ میں بھی اس مسلمان کی موت پر افسوس
نہیں کیا گیا۔ اس پر بھی مسلمانوں نے ہندوؤں سے نہ
کوئی قرارداد چاہی نہ کوئی گلہ شکوہ کیا۔

آخر دسمبر میں تیج کے ایک پرچہ میں لکھا دیکھا کہ ملزم
کی تصویر بیچنے پر چاندنی چوک میں تصویر بیچنے والوں میں
کچھ تکرار ہو گئی تھی۔ اس سے بھی تباین خیالات ظاہر ہوتا
ہے۔ ایک مسلمان تصویر بیچنے والے نے نادانی سے کہا کہ
"غازی مرد کی تصویر دو پیسہ کو" اس پر ایک ہندو تصویر
بیچنے والے نے کہا کہ سور کے بچہ کی تصویر دو پیسہ کو۔ ایک
اپنی نادانی میں کوئی گالی نہیں دیتا۔ دوسرا اپنی نادانی
میں سخت ترین الفاظ استعمال کرتا ہے۔ یہ بھی رواداری
اور ناروا داری کی ایک مثال ہے۔

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ تم مشرک کے غیر خدائی معبودوں
کو برا بھلا نہ کہو اور ان کو ان کا مذہب سلامت تمہیں اپنا
مذہب مبارک۔ لیکن ہندو مذہب تعلیم دیتا ہے کہ جو وید
مذہب نہ مانیں۔ انہیں آریہ ورت سے نکال دو۔ ان کا نشان
تک نہ چھوڑو۔

سنہ ۲۳ء میں علی گڈہ مسلم یونیورسٹی میں جو ڈگریوں
کا ابتدائی جلسہ ہوا۔ اس میں سب نے دیکھا کہ انعام لینے
والے لوگوں میں زیادہ حصہ ہندوؤں کا تھا۔ لیکن اس
جیسی مثال کوئی ہندو درسگاہ نہیں پیش کر سکتی۔ ایک
سرکاری یونیورسٹی میں یہ کیفیت پیش آئی۔ کہ ہندو پنڈت
ایم اے میں ایک مسلمان کو سنسکرت پڑھانے سے انکار
کر گئے۔ یہ واقعہ اب بھی بہت سے حضرات کو یاد ہو گا

مسٹر زیمان افغانستان کی سیر سے واپس آئے ہیں
اور انہوں نے وہاں کا حال لکھا ہے۔ کہ اس ملک میں فرقہ
واری مدارس نہیں نظر آتے۔ مسلمان اور ہندو لڑکے
ہزاروں کی تعداد میں ایک ہی مکتب میں لکھتے پڑھتے ہیں
ہندوؤں کی مذہبی تعلیم کا علیحدہ انتظام ہے۔ وہاں
کی سلطنت سے ہندوؤں کو کوئی شکایت نہیں۔ اس ملک
نے آریہ سماجی اور سناتنیوں اور دیگر اعتقادات کے ہندوؤں
کے لئے علیحدہ علیحدہ پنڈت مقرر کر دیئے ہیں۔ یورپ

لڑکے ہر سال اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ ان
میں ہندو لڑکے بھی چن کے بھیجے جاتے ہیں۔ کیا اس قسم کی
کوئی نظیر ہندو پیش کر سکتے ہیں۔ مطلق نہیں پیش کر سکتے
کیونکہ یہ لوگ اپنے مسلفوں میں بھی رواداری نہیں برتتے۔ ایک
ذات کو دوسری سے فوقیت کا گمان ہے۔

یہ مسلمانوں کی رواداری نہ تھی تو اور کیا تھا کہ سوامی شردھانند
کو جامع مسجد کی منبر پر جا کھڑا کیا۔ جہاں بڑے بڑے پاک
بزرگان اسلام نے کھڑے ہو کر خطبے پڑھے تھے۔ ہندوؤں
نے کبھی یہ گوارا نہیں کیا کہ کوئی مسلمان ان کے مندروں
میں قدم بھی رکھ سکے۔ چہ جائیکہ ان کو اس طرح تخلی بالطبع
بٹھایا جاتا۔ جس طرح سوامی موصوف کو مسلمانوں نے بٹھایا۔
رواداری کی اسی طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی
ہیں۔ نارواداری کی ہم ابنائے وطن میں یہ حالت
دیکھتے ہیں۔ کہ لین دین میں، معاشرت میں، تجارت
میں غرضیکہ سب معاملات میں مسلمانوں سے تنگدلی برتی
جاتی ہے۔ مسلمان شگفتگی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے
ہیں۔ لیکن اس کا جواب ادھر سے کچھ اور ہی ملتا ہے

حضرت باوا نانک رحمتہ اللہ علیہ اور تناسخ

تمام کتب سماویہ اس بات کی بڑے زور سے شہادت دیتی
ہیں۔ کہ جب خدا تعالیٰ کے برگزیدہ یعنی انبیائے کرام اور رشی منی خدا
کے حکم کے ماتحت دنیا کو ہدایت کے رستے پر قایم کر کے اور ضلالت
کو ان سے دور کر کے اپنے حقیقی مولیٰ کو جا ملتے ہیں۔ تو بعد میں
وہی ہدایت یافتہ لوگ آہستہ آہستہ احکام الٰہی کو خیرباد کہتے
چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت گورو نانک رحمتہ اللہ علیہ خدا کے
نہایت برگزیدہ انسان اور ان بزرگوں سے ہوئے ہیں جس کو
وقتاً فوقتاً اللہ تعالےٰ دنیا کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرماتا رہتا
ہے۔ چنانچہ آپ نے بت پرستی کو نہایت مکروہ اور گندہ فعل ثابت
کیا۔ آپ صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرنے والے اور
اسی پر لوگوں کو قایم کرنے والے تھے۔ آپ احکام وحدنیت
کے جاں نثار اور بہادر شیدائی مبلغ تھے۔ آپ نے تمام
احکام اسلامی کو بڑے صاف طور سے پورا کیا اور ہمارے

KHILAFAT LIBRARY

لئے ایک نمونہ قایم کر گئے۔ آپ تناسخ کے منکر اور دوزخ وجزا وسزا کے ماننے والے تھے۔ لیکن آج سکھ صاحبان کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت موصوف تناسخ کے قایل تھے۔ چنانچہ آج میں اس کی تردید اور حضرت باوا صاحب موصوف کی اصل تعلیم کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے قلم اٹھاتا ہوں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۴

ایہو جنم مریں نہ آویں جائے ۔ نانک گورمکھ من سمجھائے ۔

ترجمہ یعنی ایک ہی دفعہ اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر دوبارہ واپس نہیں لوٹتا۔ اے نانک لوگوں کے یہ بات خوب ذہن نشین کرا دے۔ کہ دوبارہ پیدا ہونا بالکل ناممکن ہے۔ آگے چلئے گرنتھ صاحب صفحہ ۶۲

جے جاناں مرجائے گھم نہ آئے
جھوٹی دنیا لگ نہ آپ ونجائے

یعنی اگر انسان کو سچے طور سے یہ یقین ہو جائے کہ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹتا تو اس جھوٹی دنیا کے متاع واسباب کے پیچھے پڑ کے انسان اپنے آپ کو ضایع نہ کرے۔ آگے اور ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب صفحہ ۲۱ محلہ ۳

آون جاون بوہڑ نہ ہووے
گورمکھ سہج دھیایا ...

یعنی اس دنیا میں دوبارہ آنا جانا کوئی نہیں۔ آگے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲۳ گرنتھ سوہی محلہ ۵

تے جنم نہ مرنا اون نہ جانا بوہڑ نہ پائیے جونیے
نانک گرپرمیشر پایا جپیر سادا اچھہ بینے

یہاں اپنے آپ کو مخاطب فرماتے ہیں۔ کہ اے نانک جنہوں نے سچے دل سے خدا تعالےٰ کی عبادت کی۔ انہوں نے بخوبی یقین کیا۔ کہ وہ جون میں ہرگز نہیں پڑیں گے۔ اور یہ باطل وہم ہے۔ یعنی جون میں آنے کا خیال ہی ان کو نہیں آتا۔ آگے ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب صفحہ ۴ ، ۳

ایکو آون پھر جون نہ آیا ÷ نانک ہر کے درس سمایا

یہاں فرماتے ہیں۔ کہ صرف ایک ہی دفعہ دنیا میں انسان پیدا ہوتا ہے۔ پھر جون وغیرہ کوئی نہیں۔ آگے چلئے گرنتھ صفحہ ۲۱۵

مانس جنم دُرلبھ ہے ہوئے نہ بار و بار
جیوں پہل پاکے بھوں گرے بوہڑ نہ لاگے ڈار

یعنی انسان کا جسم بھی انسانی پیدائش اشرف المخلوقات (یعنی ہیرا جنم) ہے۔ جس طرح کوئی پھل پک کر زمین پر گر جائے تو دوبارہ ٹہنی کو نہیں لگتا۔ اسی طرح انسان بھی دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آتا۔ یہاں ایک اور بات کا بھی فیصلہ ہوتا ہے۔ ہندو دوست کہتے ہیں۔ کہ انسان کسی اور جون میں جنم لیتا ہے لیکن اس شبد سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس طرح مثلاً سیب گر کر پھر بن کر ٹہنی کو نہیں لگ سکتا۔ اسی طرح انسان نہ انسان نہ کچھ اور بن کر پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ پھل کی طرح ایک دفعہ پیدا ہوا۔ پھر اس دنیا میں ہرگز نہیں آ سکتا۔ پھر سوال ہوتا ہے۔ کہ اگر جون صحیح نہیں۔ تو بعض غریب اور بعض امیر کئی ایک آنکھ والے بعض نابینے بعض اپاہج ہوتے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ اس کا جواب مندرجہ ذیل شبدوں سے واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب صفحہ ۲۴۲ محلہ ۱

ہر آپے اپاائے آپے دیکھے ہر آپے کار لائے جیو ..
اک کھساویں لوٹ نہ آویں اکنا بھکا پائیے جیو ..
اک راجہ تخت بہن نت سکھیے اکناں بھیک منگائیے جیو

ترجمہ ہر ایک کو خدا نے آپ ہی بنایا اور آپ ہی نگہبان ہے۔ اور آپ ہی مختلف کاموں میں لگاتا ہے۔ بعضوں کو اتنا رزق دیا کہ وہ کھا کر اس کو ختم نہیں کر سکتے۔ اور ایک بھوکے ہی رہتے ہیں۔ اور بعض کو راجہ بنا دیا۔ وہ ساری ساری عمر آرام سے بسر کرتے ہیں۔ اور بعض تو ہر روز بھیک مانگنے یعنی سوال کرنے میں گزار دیتے ہیں یعنی یہ سب خدا تعالیٰ کی لاانتہا قدرتیں ہیں۔ جن کا اندازہ انسان کی ناچیز ہستی سے بالا ہے۔ ان کاموں سے وہ اپنی قدرت اور طاقت اپنے بندوں پر ظاہر کرتا ہے۔ نہ کہ ان کے پہلے اعمال کا نتیجہ دیکھو یہاں کس قدر صاف اور واضح ہے۔ کہ صرف یہ اسی کی قدرت کے نشان ہیں کسی کو غریب یا امیر یا راجہ کرنا نہ کہ ان کے پچھلے اعمال کا نتیجہ۔ آگے چلئے جنم ساکھی بھائی بالا

عیسیٰ موسیٰ زکریا ہود کہیتے کئی رسول
پھیر نہ ڈٹھیاں صورتاں رہے تنہاں ندی ناؤں
رہے نہ عمر سے بادشاہ جنہاں وسائے گاؤں
خاکو سیتی مل گئے ہور کئی امیر بادشاہ

ترجمہ خدا تعالیٰ نے کئی رسول مبعوث فرمائے حضرت عیسیٰ اور موسیٰ و زکریا علیہم السلام پھر جب وہ فوت ہو گئے بعد میں ان کی صورت نہیں دیکھی گئی۔ حضرت عمر جیسے جنہوں نے کئی گاؤں آباد کئے۔ وہ بھی فوت ہو گئے۔ اسی طرح اور بھی کئی امیر و بادشاہ اسی خاک میں مل گئے۔ اے قوم کے دانشمند ذرا غور فرماؤ کہ گورو صاحب کس قدر تناسخ کو باطل قرار دیا ہے۔ اور اس بے بنیاد عقیدے کو کس طرح بودا ثابت کیا ہے

ایک ضروری بات

بعض ہندو دوست لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے کچھ ایسے شبد پیش کر دیتے ہیں۔ جو کہ آپ نے اپنی ابتدائی عمر (یعنی جب کہ آپ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا) میں بیان کئے تھے۔ اور دوسرے موجودہ زمانہ میں جنم ساکھیوں میں اس قدر تحریف سکھ دوستوں نے کی ہے۔ کہ جس کا ہر ایک انسان جو گورمکھی سے واقف ہو اندازہ کر لیتا ہے۔ اور ان سے آپ کے اصلی کلام کو منحرف ومبدل کرنا روز روشن کی طرح ظاہر ہے اگر کوئی سکھ دوست اس بات کا انکار کرے۔ تو ہم دعوےٰ سے کہتے ہیں۔ کہ کھلے کھلے طور پر اس بات کو ہم ظاہر کر سکتے ہیں کہ کس قدر حق پر پردہ ڈالنے کی انہوں نے بیجا کوشش کی ہے سو اس جگہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی ان کے خلاف شبد پیش کرے۔ جو کہ تناسخ کی تائید میں ہو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔

(باقی آیندہ)

از عبد اللہ خان طالب علم مولوی کلاس قادیان

کثرت ازدواج اور طلاق

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو نور ۳ر دسمبر)

(از قلم جناب خان بہادر میرزا سلطان احمد خان صاحب)

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ عقد ونکاح کی غرض بھی نری تکمیل شہوات ہی ہے۔ یہ محض ایک بے سود خیال ہے۔ اگر صرف یہی غرض ہوتی۔ تو پھر اس قدر بکھیڑے کی ضرورت ہی کیا تھی صرف آزادانہ میل جول میں بھی یہ قصہ پاک ہو سکتا تھا۔ خانہ داری اور خانہ داری کی محبت اور الجھنوں کا تھوڑا جھگڑا نہیں ہے۔ پابندی سرے ہی سے ایک سخت قید ہے لیکن مرتا کیا نہ کرتا عورت ومرد کے تمدن کی کڑی منزل طے ہی تب ہوتی ہے۔ جب نکاح کے شکنجے میں ہے۔ مگر

نکلے حقوق و دعاوی کا احفاظ اوس صورت میں متصور ہے کہ جب مرد و عورت کا میل جول معاہدہ کی صورت میں ہو آزادی سے حقوق و دعاوی کے گلے پر چھری پھر جاتی ہے۔

تجربہ شاہد ہے اور مشاہدہ گواہ کہ تمدن نظام کے واسطے مرد و عورت کا تعلق صرف اوس صورت میں موزوں اور مفید ہے۔ کہ جب وہ کسی قانون اور ضابطہ کے ماتحت ہو اور اس کے ساتھ چند شرطیں بھی ہوں۔ ساری دنیا کا زندہ عمل اس امر پر زندہ گواہ ہے۔ ہر شخص یہی کوشش کرتا ہے۔ کہ کسی معاہدہ اور ضابطہ کے ماتحت ان کا میل جول اور اتفاق ہو یہ ایک طبعی ولولہ تھا۔ ہر انسان یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ محبوب اشیاء کی ملکیت اور قبضہ حاصل کرے اور کوئی دوسرا اس میں حصہ دار نہ ہو۔ اسی اصول کے ماتحت انسان بحیثیت مرد اور عورت کے ایک دوسرے کو اپنے قابو میں لانا چاہتا ہے ان حالات میں نکاح یا مرد و عورت کے معاہدہ یا ضابطہ نے تمدن کے رنگ میں ایک ایسی مفید غرض یا موزوں اور ضروری شرط کا اضافہ کیا ہے۔ کہ جو کسی اور رنگ میں پوری ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ دوسرے الفاظ میں نکاح کا ایک یہ مفہوم بھی ہوا کہ دنیا میں ایک ایسا وسیع سلسلہ قایم کیا جاسکے۔ جو شر اور خیر کے درمیان باعتبار اغراض تمدن در اخلاق تمیز کرتا ہو۔ اور اس طریقہ سے افراد انسانی اپنی اپنی حدود میں قایم رہ کر زندگی کے دن پورے کریں۔

یہ غرض کوئی معمولی غرض نہیں ہے۔ غور سے دیکھو تو اس پر سب کچھ موقوف ہے۔ اور یہی معاد اور معاشرت کی بنیاد بھی ہے۔

نکاح کی سوشل اور شرعی قیود

جب معاہدہ نکاح درحقیقت معاشرت اور تمدن کا ایک اہم حصہ ہے۔ تو لازمی ہے کہ اس کی تکمیل چند داخلی اور رسمی قیود کے ماتحت ہو۔ گو کہ ان قیود میں ایک حد تک اہمیت اور اثر یا تحدید اور وسعت کے اعتبار سے فرق ہی ہو۔ ہر قوم میں خواہ وہ کسی مذہب کا تابع ہو۔ عقد و نکاح کے متعلق چند مستثنیات ضرور ہوتے ہیں۔ اور ایسے مستثنیات مندرجہ ذیل اشکال رکھتے ہیں۔

(الف) استثنائے نسلی

(ب) استثنائے رسمی

(ج) استثنائے شرعی

(د) استثنائے قانونی

(ذ) استثنائے طبعی

پہلی قسم کی مستثنیات نسلی میں چند رشتے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ خواہ باعتبار تعظیم خواہ باعتبار نفع و ضرر مثلاً ماں بہن لڑکی بھانجی وغیرہ وغیرہ۔ ان رشتوں میں بوجوہ خاص نکاح نہیں کیا جاتا۔ کچھ تعظیماً کچھ تقدساً کچھ طبعاً

دوسری قسم کے مستثنیات رسمی ہیں۔ جو باعتبار رسوم بعض اقوام میں مکروہ اور نامطبوع قرار پاتے ہیں جیسے ہنود میں ماموں وغیرہ کی لڑکیوں سے شادی کرنا اور عیسائیوں کے بعض چرچوں میں سالی سے شادی کرنا ایسے رشتوں سے وہ مواقعات اور وہ مکروہات نہیں عاید ہوتے۔ جو پہلی صورت میں عاید ہو سکتے ہیں۔

تیسری قسم کے مستثنیات شرعی ہیں۔ ہر مذہب یا ہر دھرم کوئی نہ کوئی شریعت قانون اور شاستر رکھتا ہے اوس کے مطابق عقد و نکاح کے بارہ میں احکام دیئے گئے ہیں۔ گو کوئی شریعت قانون اور شاستر کسی دوسری شریعت قانون اور شاستر سے کیسا ہی اختلاف اور تباین رکھتا ہو۔ پھر بھی ایسے معاملات میں نفس اجتہاد میں اون کا اتفاق ہوتا ہے۔

بعض ایسے لوگ بھی ہیں، اگرچہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہے، جو شرایع اور قوانین و شاستروں سے الگ رہ کر بعض خود ساختہ یا سوسائٹی کے قوانین کے مطابق معاہدات عقد و نکاح کرنے کے عادی ہوتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ کسی مذہب اور قانون کے تابع نہیں ہوتے۔ پھر بھی اون کے معاہدات مشروط ہوتے ہیں۔

پانچواں فرقہ وہ ہے جو شخص اپنی طبیعت کے مطابق ایسے معاہدات کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد ہے۔ اور جس قدر ہے بھی وہ پبلک میں بہت کم آتی ہے ان حالات میں بھی اون کے ایسے معاہدات کسی نہ کسی حد تک مشروط ہوتے ہیں۔ یہ ضرور نہیں کہ ہر ایک قسم کے معاہدات یا ان کی شرطیں حکم عام مقبولیت ہی کا درجہ رکھتی ہوں۔ یا اون کا سارا مواد صحیح اصول ہی پر مبنیت ویا گیا ہو۔

بعض رسمی یا طبعی قیود میں فاش غلطیاں علانیاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان کی بنیاد پڑی تھی۔ تو ان کی ضرورت کا احساس کسی نہ کسی رنگ میں غالباً ہوا ہوگا۔ یہ ایک بڑا مغالطہ لگ جاتا ہے کہ مذہبی احکام اور رسوم میں بہت کچھ خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ بعض وقت لوگ اک امر بطور ایک رسم کے عمل میں لاتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو یہ مغالطہ لگتا ہے۔ کہ ان کا مذہب ہی یہ تعلیم دیتا ہے۔ اس قسم کے مغالطے ہمیشہ غلطیوں اور غلط اجتہادات کے موجب ثابت ہوتے ہیں۔ بعض وقت ایسے معاہدات کی کسی شرط یا کسی قید پر اس واسطے اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک قوم کے رواج میں داخل ہے۔ یہ طرز نکتہ چینی فریب دہ ہے۔ رواج ایک ایسا سلسلہ ہے۔ جو کسی نہ کسی حد تک ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ یورپ کے رواجات شادی میں بعض ایسی رسمیں اور ایسے رواجات ہیں کہ اون پر مشرقی قومیں تعجب و حیرت کرتی ہیں۔

ہم ایسی مفروضہ غلطیوں اور اسقام پر اعتراض کرنے میں درحقیقت اپنے رواجات کی شہادت اور پابندی سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں ہم اعتراض سے پہلے مقابلہ نہیں کرتے اگر مقابلہ کے بعد کوئی رائے قایم کی جائے۔ تو اس سے معترض یا نکتہ چین کے واسطے ایک صحیح راہ کھل سکتی ہے۔ مقابلہ کرنے کے بعد کچھ کہو۔

معاہدہ نکاح کی وسعت

عقد و نکاح خواہ مذہبی رنگ میں ہو خواہ کسی دوسرے رنگ میں ہو ایک معاہدہ ہے۔ یہ کہا ہی جائیگا۔ کہ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے۔ جس میں دو فریق مرد و عورت کی حیثیت سے متعاہد ہوتے ہیں اور ایسے معاہدہ میں چند شرطیں اور قیود ہوتی ہیں جو دونوں یا دونوں کے ولیوں یا خود ان کی جانب سے اس غرض سے لگائی جاتی ہیں۔ کہ انہیں ہر ایک فریق اپنی اپنی ذمہ داری کے مطابق وقت پر پورا اور استوار کرے۔ کوئی معاہدہ نکاح ایسا نہیں ہے۔ (خواہ وہ کسی رنگ میں کیا جائے) جس کی شرطیں اور قیود محض نمائشی مقرر کی گئی ہوں یا فریقین اور ان کے مختار کاروں اور ولیوں کو ان کے ایفا کا

خیال نہ ہو۔ یا ایک دوسرے پر اس کا اظہار نہ کیا گیا ہو۔ جب کوئی نکاح اور شادی ہوتی ہے۔ تو معاہدہ کے وقت فریقین کا کیا حاضرین کا بھی یہی خیال ہوتا ہے۔ کہ جو شرطیں مقرر کی جاتی ہیں ادن کا ایفاء ہونا چاہیئے اور بہ صورت عدم ایفاء معاہدہ کی نوعیت میں فرق کرنے کا اندیشہ ہے۔ جب ایک مرد عورت سے یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ وہ عورت کی جائز ناز برداریوں سے ہرگز روگرداں نہ ہوگا۔ اور خالص محبت جس کی عورت مستحق ہے تو کیا دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ اگر اس کا ایفاء نہ ہوا تو عورت کے واجبی حقوق کا اتلاف لازم آئے گا اسی طرح مرد جب عورت سے کوئی اس قسم کا اقرار کر لیتا ہے تو کیا انحراف کی صورت میں مرد اس کا مطالبہ پیش کر سکتا ہے اور مرد کے دل میں اس انحراف کی وجہ سے معاہدہ کی بابت کوئی خیال نہیں پیدا ہوگا۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ

عقد و نکاح ایک روحانی سلسلہ یا روحانی رشتہ ہے۔ اس صورت میں بھی عقد و نکاح ایک معاہدہ ہی ہے اس میں صرف یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ آیا ایسا روحانی معاہدہ کبھی شکست بھی ہو سکتا ہے۔ یا نہیں یا ایسی شرطوں کے انحراف سے بدمزگی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ روحانی معاہدہ ہونے کی وجہ سے وہ شکست نہیں ہو سکتا ہے تو میری رائے میں یہ درست اور صحیح نہیں کیونکہ خواہ کسی قسم کا معاہدہ ہو۔ جب اوس کی شرطوں اور قیود وں میں فرق آئے گا۔ تو اس کا فسخ ہونا لازم آ جائے گا۔ یا وہ اس قابل ہوگا۔ کہ وہ فسخ کیا جائے۔ یہ جدا بات ہے کہ کوئی فریق اسے نہ توڑے۔ معاہدات کی شرائط کے انحراف سے جو مشکلات عاید ہوتی ہیں۔ وہ معاہدہ کے نہ ٹوٹنے کی صورت میں بھی دامن گیر رہتی ہیں۔ معاہدہ نکاح بحیثیت ایک معاہدہ ہونے کے اس وقت تک قایم رہ سکتا یا قایم رکھنے اور قایم رہنے کے قابل ہے۔ کہ جب اس کی شرطیں ہر دو فریق کی جانب سے قایم رہیں۔ جب شرطیں باقی نہیں رہتیں تو گو معاہدہ توڑا نہ جائے۔ لیکن اس میں فرق ضرور آ جاتا ہے ایسے معاہدات کی وسعت صرف ایفاء شرائط تک ہوتی ہے۔ اور ہونی بھی چاہیئے۔ یہ جدا بات ہے کہ فریق درگذر کر کے باوجود عدم شرائط اوس کو لئے جاتا ہے۔ اور کوئی وجوئی نہیں کرتا۔ جب ایک مرد کسی وجہ سے عورت کو دیتا ہے۔ یا عورت مرد سے کنارہ کش ہو جاتی ہے دراصل معاہدات کی شرطوں میں فرق آ جاتا ہے۔ اگر ایک فریق چاہے تو توڑ سکتا ہے کیونکہ جب شرط مقررہ توڑ لی گئی ہے۔ تو ہر ایک فریق کا ایسا حق ہے۔ ایسی تکلیفات کے واسطے جب کوئی علاج نہیں عمل میں لایا جاتا۔ تو سوسائٹی اور تمدن کے معاملات میں ایک بڑا بھاری فرق آ جاتا ہے اور دونوں فریق اور دونوں فریق کے لواحقین ایک عرصہ تک بری طرح سے سوشل اور تمدنی مشکلات میں پھنس جاتے ہیں۔ اگرچہ دونوں فریقوں اور ان کے لواحقین کا ایسی مشکلات سے نکلنے کا دلی ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن جبکہ کوئی قانون ان کی رہبری نہیں کرتا۔ تو خاموش رہ کر زندگی بڑی کشمکش میں گذارتے ہیں۔ عیسائی قانون ایسی مشکلات کے وقت چند در چند دقتوں میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ اور اس میں ایسی وسعت نہیں ہے کہ آزادی کے ساتھ ہر ایک پہلو سے اس کا مقابلہ کر سکے۔ عیسائی مذہب نے ایسی مشکلات کے عاید ہونے کے وقت اپنے پیرووں کے واسطے جو عملی آسانیاں دے رکھی ہیں۔ وہ بجائے خود مشکلات ہیں مثلاً طلاق کے سوائے عیسائی قانون میں (سپاریٹ) کی تجویز بھی ہو سکتی ہے۔ گو اس کا نام طلاق نہ ہو لیکن یہ طلاق ویسے بھی تکلیف دہ ہے۔ طلاق کی صورت میں دونوں آزاد ہو جاتے ہیں۔ اور اس صورت میں مدت العمر اکٹھے رہتے ہیں۔ اور زندگی ایک وبال میں گذرتی ہے عیسائی قانون دراصل کوئی مامون سبیل پیش کرنے میں قاصر رہا ہے اگر زید ہندہ زوجہ خود سے علیحدگی اختیار کر کے نہ اسکو طلاق دیتا ہے۔ اور نہ دوسری شادی کرتا ہے۔ اس طرح اگر ہندہ کے واسطے کوئی علاج نہیں ہے۔ تو دونوں پر ایک ایسی ذمہ واری ہے۔ جو ان کے اختیارات سے قریباً باہر ہے۔ اگر میلان طبعی کی جہت سے کوئی فریق بحالت مجبوری کام لیتا ہے۔ تو مذہب۔ اخلاق۔ سوسائٹی اور قانون کا جواب دہ ہوتا ہے۔ اور اگر خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ تو ایک طرح سے خودکشی کرتا ہے اور متاہل کی خوبیوں سے دونوں فریقوں کو تمام عمر تک محروم رہنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں عموماً لوگوں کا رجوع اس طرف رہتا ہے۔ کہ ایسا معاہدہ توڑ دینا چاہیئے۔ اگرچہ بعض وقت قومی قانون یا مذہبی ہدایات کی وجہ سے بظاہر ایسا معاہدہ توڑا نہیں جاتا لیکن فی الحقیقت ایسے معاہدہ میں باقی کچھ نہیں رہا ہوتا۔ مثلاً ایک عیسائی یا ہندو مرد اور عورت میں کسی بدمزگی کی وجہ سے علیحدگی ہو چکی ہے۔ مرد اور عورت آپس میں ملتے جلتے نہیں۔ اور نہ آمد و رفت ہے۔ عورت مرد سے خرچ لیکر جداگانہ رہتی ہے۔ نہ مرد طلاق دیتا ہے۔ اور نہ عورت طلاق لے سکتی ہے۔ تو ان حالات میں یہ کہنا پڑے گا۔ کہ اگرچہ بظاہر معاہدہ شکست نہیں کیا گیا لیکن عملی رنگ میں توڑ دیا گیا ہے۔ اس قسم کے ادن قوموں میں جو طلاق کو مکروہ خیال کرتی ہیں۔ صدہا نہیں بلکہ ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ اور ایسی مثالوں سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ہے۔ اور نہ انکار ہو سکتا ہے

وسیع النظری سے مشاہدہ

دنیا میں بہت سے لوگ زیادہ تر اعتراض اور نکتہ چینی کے عادی ہوتے ہیں۔ وسیع النظری سے مشاہدہ کے عادی نہیں ہیں۔ عقد و نکاح کے معاہدات کی بابت اگر وسعت نظر سے دیکھا جائے۔ تو کوئی قوم دوسری قوم پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے میں جرات نہیں کر سکتی ہے۔ اگرچہ ہر ایک قوم کے طرز معاہدات اور نوعیت شرائط میں فرق ہوتا ہے۔ لیکن ان معاہدات کے کامیابی یا عدم ایفاء میں جو جو خوبیاں اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں کچھ بہت فرق نہیں۔

یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کوئی یہ کہے کہ یورپ میں بدچلنی زیادہ ہے۔ اور روس میں کم ہے۔ دونوں ملکوں میں انسان رہتے ہیں۔ اور جہاں انسان رہتے ہیں۔ ان میں خطوط متوازی کی طرح نیکی اور برائی پائی جاتی ہے۔ صرف طرز اور پیمانہ کا تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ ایا طرز تابع ہے ملک و قوم کی آزادی میں اور پابندی کے۔ جس ملک میں آزادی زیادہ ہے۔ اوس میں خرابی کے مواقعات بھی آزادی سے حل ہو سکتے ہیں۔ اور جس ملک میں پابندیاں زیادہ ہیں وہاں ایسی نامشروع معاہدہ بھی پابندیوں سے مشروط ہیں (باقی آیندہ)

"خاتمہ ہی کر کے چھوڑے گی"

KHILAFAT LIBRARY

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی بنائی دمہ کی دوا

استعمال کر کے مرض دمہ سے نجات حاصل کیجئے جس طرح دمہ کی طرح خطرناک دوسری بیماری نہیں ہے۔ اسی طرح میری بنائی ہوئی دوا کے سوا دوسرا علاج بھی نہیں ہے۔ یہ مرض کے جڑتک پہنچکر فوراً ہی دباتی ہے۔ کچھ دنوں کے استعمال سے دمہ جڑ سے جاتا رہتا ہے۔ اگر آپ اس سے چھٹکارہ چاہتے ہیں۔ تو اسے ضرور منگائیے۔

قیمت فی شیشی عہ ایکروپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک و پیکنگ ایک سے دو شیشی تک ۶ر چھ آنہ

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی بنائی گرمی آتشک کی دوا

مشہور عالم مفید اور آزمائش شدہ ہے اس کے مثال خوفناک مرض دوسرا نہیں۔ لوگوں کو دوسروں سے کہتے شرم آتی ہے۔ اگر اس کی روک تھام فوراً نہ کی جائے۔ تو پشت ہا پشت تک حیران و پریشان کئے رہتا ہے۔ نیا پرانا آتشک کیوں نہ ہو۔ چٹے۔ زخم۔ پھنسیاں گانٹھوں۔ اور جوڑوں کے درد اس کے استعمال سے کافور ہو جاتے ہیں۔ یہ بیالیس سال سے برابر کامیاب ہو رہی ہے۔ دوا کھانے کے ساتھ ہی زخموں پر مرہم بھی لگانا چاہیے

قیمت پینے کی دوا فی شیشی عہ ڈیڑھ روپیہ مرہم فی ڈبیہ ۸ر آٹھ آنہ محصولڈاک ۶ر

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن صیغہ نمبر ۱۴۹ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ بہ نمبر تارہ چند دت اسٹریٹ کلکتہ

ایجنٹ:- شیخ محمد وارث و رحمت علی سوداگران گورداسپور

کیمیکل گولڈ سنہری لہریہ دار چوڑیاں

انکو کاریگر نے ایسی خوبصورتی سے بنایا ہے۔ کہ ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا ہے۔ پانچسو روپیہ کی چوڑیاں بنوا کر ان کے سامنے رکھدو۔ پھر دیکھو کونسی خوبصورت اور قیمتی معلوم ہوتی ہیں۔ تجربہ کار ساہوکار بھی یکایک نہیں بتا سکتا۔ کہ یہ سونے کی نہیں۔ جہاں دکھائیے انہیں کوئی دوسو روپے سے کم نہیں بتا سکتا۔ کسی قسم کی چوڑیاں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں ان کو ہاتھوں میں پہنا کر ان کی بہار دیکھیے۔ گھڑی گھڑی میں ایک نئی طرز دیکھیے۔ دو چار الگ ہو جائیں تو پھول پتی معلوم ہوتی ہیں۔ اور سب مل گئیں تو عمدہ قسم کی بیل معلوم ہوتی ہیں۔ اور سب الگ ہو جائیں تو لہریہ پڑ جاتا ہے۔ انکو پہن کر عورتیں عورتوں میں بیٹھیں۔ تو وہ عورتیں جو رات دن سونا اور چاندی پہنتی ہیں۔ انہیں دیکھکر دنگ رہ جائیں گی۔ اور کہیں گی ہمیں بھی منگا دو سب کی نظر ان پر نہ پڑے تو کوئی بات نہیں۔ چمک و رنگ ان چوڑیوں کا مثل سونے کے چمکتا رہتا ہے قیمت ایک سٹ ۱۲ چوڑیوں کا دام ؏ چار سٹ کے خریدار کو ایک سٹ مفت فرمائش کے ساتھ ناپ آنا ضروری ہے محصولڈاک علاوہ

پتہ ایس۔ اے اصغر اینڈ کو۔ مٹیا محل۔ دہلی

اللہ شافی

خدا کی قدرت

دکن کی بے نظیر دوا میا کا پڑ سو گڈہ جو اعصاب دل دماغ و اعضائے رئیسہ کو طاقت ور بنانے کے لئے اپنی نظیر آپ ہے مشک و عنبر جواہرات اس کے سامنے ہیچ ہیں

ہم اس کے متعلق زیادہ خامہ فرسائی کرنا نہیں چاہتے۔ تاکہ پبلک کہیں مبالغہ نہ سمجھے۔ بلکہ حرف قدیم و قابل حکما مصنفین کی تحریرات اور ان کے ذاتی تجارب ان کی کتب سے نقل کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ خواہشمند اس بے نظیر اور قدرتی دوا کے استعمال سے اپنی کھوئی ہوئی جسمانی قوت کو از سر نو حاصل کر کے کم خرچ بالانشین کا مصداق بنیں۔ اور اطبا بھی اس نایاب دوا کو حاصل کر کے اپنے کمزور مریضوں کو فائدہ پہنچا سکیں۔ چونکہ یہ نعمت ہر ایک کو میسر نہیں آسکتی۔ اس لئے ضرورتمند اصحاب اس بے نظیر موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کیونکہ بار بار ایسی نایاب دوا نہیں ملا کرتی۔

افعال و خواص میا کا پڑ سو گڈہ

منقول از یادگار رضائی صفحہ ۱۱ سطر ۴ مصنفہ حکیم مولوی رضا علی خان صاحب حیدر آبادی اور خواص الادویہ جلد دوم مصنفہ مولٰنا نجم الغنی خان صاحب رامپوری لکھتے ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص نے میرے سامنے بیان کیا۔ کہ چینچو اڑد ایک قوم کا نام) اس کو دودھ میں ابال کر کھاتے ہیں۔ ان کی جسمانی صحت بہت مضبوط ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے میاں بیوی اس راحت و خوشی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ کہ دیکھنے والوں کو رشک آتا ہے۔ ایک صاحب نے دوستی کی وجہ کر مجھکو یہ تحفہ دی تھی۔ میں نے جب کھائی تو طاقت پیدا کرنے میں مسیحائی اثر پایا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دودھ میں ابالا جاتا ہے۔ تاکہ دودھ اس میں جذب ہو جائے۔ پھر سکھا کر پیس کر اور کپڑ چھن کر کے غبار کی طرح بنا کر آدھے تولہ کی مقدار میں آدھا تولہ شکر سفید کے ساتھ نہار منہ غذا سے پیشتر کھائیں یا کھلائیں۔ اعصابی اور دماغی بدنی طاقت دینے میں اسے اپنی نظیر آپ پاؤ گے۔ اس کے سامنے دیگر قیمتی طاقت دینے والی دوائیں آپ محض ہیچ سمجھیں گے۔ مقوی اور مشتہی اور ہاضم ہونے کے علاوہ دافع قبض بھی ہے۔ بغرض افادہ عام اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے عوام سے فی سیر آٹھ روپے اور اطبا سے فی سیر چھ روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار آدھ سیر سے کم آرڈر کی تعمیل نہ ہوگی۔ قیمت بذریعہ منی آرڈر آنی چاہیئے

پتہ

منیجر شفاخانہ سعادت منزل متصل شاہ علی بنڈہ چوک پل حیدر آباد دکن

KHILAFAT LIBRARY

تندرستی ہزار نعمت ہے

اگر آپ کو اپنی پیاری صحت کی کچھ بھی قدر ہے۔ کہ جس کے بغیر دنیا اندھیر ہے۔ تو آپ کو آج سے ہی اس مفید ترین دوا اکسیر البدن کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ جو کمزوری نزلہ زکام، کھانسی، کو دور کرے گی پٹھوں اور ہڈیوں کو مضبوط بنائے گی۔ صاف خون پیدا کریگی جسم کو چست بنائے گی۔ اعضائے رئیسہ اور شریفہ کو تقویت دے گی۔ حوصلہ بلند کریگی۔ ہاضمہ کو طاقت دے گی۔ دل میں نئی امنگ، اعضا میں نئی ترنگ، اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کرے گی۔ جوانی کی حفاظت کرے گی۔ اور بڑھاپے کے عوارض سے بچائے گی۔

"تازہ شہادت"

جناب بابو غلام محمد صاحب ہیڈ پارسل کلرک پشاور صدر سے لکھتے ہیں کہ میں نے اکسیر البدن کو استعمال کیا بحد مفید پایا۔ اس کا اثران سب مقوی دواؤں سے جس قدر آج تک میں نے دیکھیں افضل ہے۔ لہذا ایک ماہ کی خوراک بہت جلد میرے دوست جناب قاضی صاحب کے نام بذریعہ وی پی بھیجدیں"۔ ایکماہ کی خوراک کی قیمت پانچروپے محصولڈاک علاوہ

پتہ

مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

اپنی پیاری آنکھوں کی حفاظت کرو

آنکھیں ہیں تو سب کچھ بغیر آنکھوں کے دنیا اندھیر لہذا اگر آپ کو آنکھوں جیسی نعمت غیر مترقبہ کی کچھ بھی قدر ہے۔ تو پھر آپ کو آج سے ہی موتی سرمہ رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ جو ضعف بصر، ککرے، خارش چشم، جلن، پھولا۔ جالا، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، رتوند، گوہانجنی، ناخونہ، ابتدائی موتیا بند، غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ چنانچہ اس کے لئے تازہ شہادت ملاحظہ ہو۔

ایک ڈاکٹر کی شہادت

جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب جنرل ہسپتال اکیاب (برہما) سے لکھتے ہیں کہ پہلے بھی آپکا سرمہ بعض مریضوں کو منگوا کر دیا۔ نہایت مفید پایا۔ اب مجھے اپنے لئے خود ضرورت ہے ایک تولہ جلد بذریعہ وی پی بھیجدیں"۔

ایک تولہ کی قیمت دو روپے آٹھ آنے (۸/۲) محصولڈاک علاوہ

پتہ

مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

قادیان میں مسکن بنانیوالوں کیلئے نادر موقع

اتفاق حسنہ سے دو قطعات زمین عمدہ موقعہ پر فروخت ہو رہی ہیں

(۱) ایک قطعہ دو کنال برلب سڑک احمدیہ سٹور و بورڈنگ ہائی سکول کے درمیان قیمت فی مرلہ تیس روپے اس کے ساتھ افتادہ زمین بھی ہے۔

(۲) ایک قطعہ چار کنال برلب سڑک مکان حضرت ناناجان مرحوم و بورڈنگ ہائی سکول کے درمیان قیمت فی مرلہ پچیس روپے

المشتہر

این۔ ڈی معرفت مینجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور

KHILAFAT LIBRARY